اس دل کے جھروکے میں

ام مریم

اور جب خط لکھ کر اماں نے کیپٹن سعد اللہ سے شفا سے شادی کی رضا مندی لینا چاہیں تو کیپٹن بدک کر رہ گیا۔

''اماں آپ بھی کمال کرتی ہیں بھلا کہاں میں اٹھائیس سالہ مرد کہاں وہ ذرا سی شفا جو کل تک آنکھوں میں گھستے بالوں کو لہرا کے جھٹکے سے پیچھے گرانے کے بعد میری ہی ٹانگوں سے لپٹ کر آئس کریم، چاکلیٹ وغیرہ کی فرمائش کیا کرتی تھی اب اس سے شادی بھی کرلوں تو ابھی میرا دماغ خراب نہیں ہوا۔ بہتر ہوگا آپ میری طبیعت اور مزاج کے مطابق لڑکی تلاش کریں۔''

خط کا جواب پا کر اماں ملول سے انداز میں دل مسوس کر رہ گئیں سبینہ بیگم جو کہ ان کی دیورانی تھیں شادی کے بعد ہی شوہر کے ساتھ ابوظہبی چلی گئیں تھیں سال دو سال بعد چھٹیوں میں ایک آدھ ماہ کے لئے چکر لگا لیا جاتا جب کہ پچھلے کئی برسوں سے تو یہ سلسلہ بھی ختم ہو چکا تھا کہ اچانک سجاد ''الشفا کے والد'' کی ناگہانی موت کے بعد سبینہ بیگم کو دیار غیر میں تنہا جوان بیٹی کے ساتھ رہنا دشوار امر محسوس ہوا تو پاکستان چلی آئیں اماں نے کھلے دل اور کھلی باہنوں سمیت دیورانی اور بھتیجی کو خوش آمدید کہا تھا شفا جو کانچ کی نازک سی گڑیا جیسی دکھتی تھی اپنے سیاہ گھنیرے لانبے بالوں، دراز خمیدہ پلکوں اور چاندنی کی طرح روشن رنگت سمیت اماں کی نگاہوں کے رستے جیسے دل میں سما گئی پہلی بار ہی اسے دیکھ کر انہوں نے اپنے اکلوتے ہونہار لاڈلے سپوت کی دلہن بنانے کا فیصلہ کرلیا مگر یہ تو اب پتہ چلا تھا انہیں کہ کوئی بھی فیصلہ کبھی تن تنہا اگر کر بھی لیا جائے تو پائیداری شرط نہیں ہوتی سعد اللہ کے انکار نے ان کا دل

مکمل ناول

توڑ پھوڑ ڈالا بلاشبہ جب سعد نے اسے دیکھا یہ کم و بیش نو دس سال پرانی بات تھی تب وہ واقعی چھوٹی تھی محض آٹھ نو سال کی بچی جو بے پناہ خوبصورتی کے باوجود بلا کی ضدی اور نخریلی تھی مگر اب وہ یکسر بدلے ہوئے مزاج اور مزید بڑھتی ہوئی خوبصورتی سمیت ان کے سامنے تھی اس کا شعاعیں بکھیرتا دلکش روپ بھی بھلا رد کر دینے کے قابل تھا انہوں نے افسردگی سمیت آنگن میں سڑھیوں کے پاس بیٹھی شفا کو دیکھ کر سوچا سعد کا خط ابھی تک تخت پہ ان کے قریب پنکھے کی ہوا سے پھڑ پھڑا رہا تھا۔ سائرہ نے یوں نہایت رنجیدگی کے عالم میں ٹکٹکی باندھے شفا کو دیکھتی اماں کو حیرانگی کی نگاہ سے تکا تھا پھر وجہ پوچھنے کی غرض سے قریب چلی آئی۔

''کیا بات ہے اماں بہت چپ چاپ ہیں۔'' اماں نے قدرے چونک کر اسے دیکھا پھر جواب میں کچھ کہے بنا نہایت خاموشی سمیت گاؤ تکیئے پہ پڑا خط اٹھا کر اس کی جانب بڑھا دیا۔ سائرہ نے قدرے حیرانگی سمیت ان کی اس ادا کو دیکھا پھر نظریں خط کی سطروں پہ جما دیں خط پڑھ کر اسے بڑے زور کی ہنسی آئی تھی جسے چھپانے یا روکنے کی اس نے کوئی شعوری کوششیں بھی نہیں کی اماں کو اس کی اسی کھنک دار ہنسی نے شدید قسم کی ناگواریت بخشی تھی آنکھیں نکال کر اسے دیکھا۔

میری بات سن بھلا بتا اگر میں سینہ سے کہہ دیتی دل کی بات تو سوچ ذرا اس خبیث کے انکار نے تو مجھے پانی پانی کر دینا تھا اچھا ہے نا پہلے اس سے پوچھ لیا۔'' وہ آواز قدرے دبا کر سرگوشی سے لہجے میں کہتیں جھلاہٹ زدہ انداز میں پان دان کا ڈھکن زور زور سے بند کرنے لگیں۔

''اماں خفا کیوں ہوتی ہیں میری پیاری اماں۔'' سائرہ نے ان کے غصے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان کی گردن میں بازو حائل کر دیئے تو اماں کا غصہ دوگنا بڑھ گیا جبھی اسے ہاتھ جھٹک کر بولی تھیں۔

''چل چل جا اپنا کام کر مسکا لگانے کی ضرورت نہیں ابھی تو دانت نکل رہے تھے تیرے۔''

''افوہ اماں بات بھی نہیں بھائی کو آنے تو دیں مجھے یقین ہے ہوگا وہی جو آپ نے چاہا ہے۔'' وہ بجائے شرمندہ ہونے کے ان کے ساتھ مزید چہکتی ہوئی مسکرائی تو اماں نے غیر یقینی سمیت اسے گھورا کہ یقیناً اپنی اس کی مسکراہٹ سلگا گئی تھی۔

''ارے خاک وہی ہوگا رہنے دو تم مجھے یہ طفل تسلیاں نہ ہی دو تو بہتر ہے۔'' موٹے عدسوں کی عینک دوپٹے کے پلو سے رگڑ کر صاف کر کے بعد ناک پہ ٹھکانے کے بعد وہ چھالیہ کٹ کٹ کترنے لگیں۔

''اماں اب بس بھی کریں میں نے کہا ہے نا آپ ایک بار بھائی جان کو آ لینے دیں شفا کو دیکھنے کے بعد اگر وہ انکار کر پائیں تب مانوں انہیں۔'' وہ اماں کو تسلی سے نوازتی شفا پہ نگاہیں جمائے مسکرا دی تھی۔

شفا برآمدے کے پلر سے ٹیک لگائے اداس نظروں سمیت آسمان پہ اڑتے پھرتے سفید بادلوں کے ٹکڑوں کو دیکھتی جانے کس سوچ میں گم تھی جب سائرہ نے اچانک آ کر ''ہاؤ'' کی آواز سے اسے ڈرایا۔

''یہاں کیا کر رہی ہو اکیلی کھڑی۔'' سائرہ نے اس کا ہاتھ تھام کر آہستگی سے پوچھا تو جواب میں شفا کچھ کہے بنا سرد آہ بھر کے رہ گئی، باپ کی اچانک جدائی نے اسے بے حد حساس اور زود رنج کر کے رکھ دیا تھا حالانکہ یہاں سائرہ نے بالکل اسے سگی بہنوں کا سا پیار دیا تھا تائی اماں بھی اسے ہتھیلی کا چھالا سمجھتی تھیں مما تو تھیں ہی اس کی ماں لاڈ پیار میں کہیں کوئی کمی نہ تھی مگر وہ خلا پر نہیں

ہو سکا تھا جو باپ کی موت نے اس کے اندر چھوڑ دیا تھا۔ وہ سائرہ سے کچھ دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی پھر عصر کی نماز پڑھنے کی غرض سے اٹھ گئی۔ باپ کی موت نے اسے مذہب کی جانب مائل کر دیا تھا نماز کے بعد اس نے قرآن پاک کی تلاوت شروع کی تو مغرب تک کرتی رہی۔ نماز ادا کر کے ہی وہ باہر آئی تو سائرہ کچن میں روٹیاں پکا رہی تھی انہیں آئے تقریباً ایک ماہ ہونے والا تھا مگر سائرہ نے اسے کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیا شفا کو یوں بوجھ بن جانے پہ اکثر شرمندگی محسوس ہوتی سو اسی وقت بھی سائرہ کو چولہے کے آگے سے ہٹاتے ہوئے بولی تھی۔

''تم ہٹو میں پکاتی ہوں۔''

''ارے نہیں رہنے دو روٹیاں تو بس پک گئیں تم ایسا کرو برتن لگاؤ۔'' سائرہ نے نرمی سے کہتے ہوئے اسے سائیڈ پہ کیا تو شفا ٹیبل پر برتن سیٹ کرنے لگی تبھی بیرونی دروازے پر گھنٹی بج اٹھی تھی۔

''شفا ذرا دیکھنا کون ہے؟'' سائرہ نے کچن ہی سے پکار کر کہا تو شفا ڈائیننگ روم سے نکل کر باہر دروازے پر آ گئی بنا پوچھے ہی بالٹ گرا کے دروازہ وا کرتے ہی چونک گئی۔ سوا چھ فٹ کے نمایاں ہوتے قد اور مضبوط کسرتی وجود کا مالک شاندار سا لڑکا جینز شرٹ میں ملبوس نیم تاریکی میں کھڑا آنکھیں سکیڑے تحیر آمیز حیرانگی سمیت اسے دیکھ رہا تھا۔ شفا نے اس کی نگاہوں کی تپش سے گھبرا کر پلکوں کی چلمن گرا دیں۔

''اوہ آئی ایم سوری دراصل میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔'' اس کے چہرے پہ امڈتی ناگواریت کو پا کر وہ سر کھجاتے ہوئے خفیف سی خجالت سمیت گویا اپنی اس سحر زدہ ہو جانے والی حرکت کی وضاحت پیش کر رہا تھا۔

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابنِ انشاء

اردو کی آخری کتاب .... -/135

خمار گندم .... -/200

دنیا گول ہے .... -/225

آوارہ گرد کی ڈائری .... -/200

ابن بطوطہ کے تعاقب میں .... -/200

چلتے ہو تو چین کو چلیے .... -/130

نگری نگری پھرا مسافر .... -/175

خط انشاجی کے .... -/200

بستی کے اک کوچے میں .... -/165

چاند نگر .... -/165

دل وحشی .... -/165

آپ سے کیا پردہ .... -/250

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو .... -/200

انتخاب کلام میر .... -/160

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر .... -/160

طیف غزل .... -/120

طیف اقبال .... -/120

لاہور اکیڈمی، چوک اُردو بازار، لاہور

فون نمبرز: 7321690-7310797

''اٹس آل رائیٹ آپ آیئے نا اندر سعد بھائی۔'' وہ سامنے سے ہٹ کر اسے راستہ دیتی نارمل نظر آئی

''ایں محترمہ تو میرا نام بھی جانتی ہیں۔'' سعد نے قدم بڑھاتے ہوئے ایک مرتبہ پھر اسے دیکھا۔

''جانے کون ہے نگاہ گویا اس کے صبیح ملکوتی چہرے پہ جم کر رہ گئی تھی۔'' شفا نے اس کی فضول حرکت کو نوٹ کیا تو چہرے پہ پھر وہی ناگوار سا تاثر ابھرا۔

''ارے کون آ گیا بھئی شفا تم تو دروازے کی ہی ہو کر رہ گئیں۔'' سائرہ کچن سے نکلتے ہوئے ہانک لگاتے ہوئی بولتی ٹھٹھک گئی۔

''سعد بھائی جان!'' ایک زوردار نعرہ لگایا اور ہاٹ پاٹ سمیت آ کر اس سے لپٹ گئی۔

''شفا!'' ٹھٹھکا تو سعد بھی تھا اس نے بے اختیار پلٹ کر اس چارمنگ سی لڑکی کو اضطراری نگاہ سمیت دیکھا۔

''شکر ہے بھائی جان آپ کو بھی ہمارا خیال تو آیا۔'' سائرہ زور زور سے بول رہی تھی جب کہ وہ گم صم سا کھڑا تھا۔

''اماں اماں دیکھیں تو ذرا کون آیا ہے۔'' وہ وہیں سے چیخی۔

''شکر ہے بھائی۔'' پھر اس کی جانب پلٹی تو اسے ساکت پلکوں سمیت اندر جاتی شفا کو دیکھ کر بات ادھوری چھوڑ گئی۔

''اوہ تو میرا قیاس بالکل درست تھا۔'' اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ بکھرتی چلی گئی تھی۔

''اماں ہوں۔'' اماں عینک لگائے میشن پہ جھکی شفا کی شرٹ سلائی کر رہی تھیں مصروفیت کے عالم میں ہنکارا ابھرا۔

''اماں آپ نے کچھ کہا تھا مجھ سے۔'' سعد ان کے پاس ہی تخت پہ بیٹھا تھا۔

''میں نے کیا کہا تھا؟'' ان کی تمام تر توجہ سلائی کی جانب تھی شرٹ میشن سے نکال کر قینچی سے دھاگہ کاٹا تو سعد جانے کیوں جھنجھلا سا گیا۔

''اماں یاد نہیں وہی آپ نے خط میں ذکر کیا تھا نا شفا کے متعلق۔''

''ہاں مگر تم انکار کر چکے ہو۔'' اماں نے سرسری نگاہ اس پہ ڈال کر بھرپور خفگی سے جواب دیا۔

''اُفوہ اماں پلیز تب مجھے یہ تو پتہ نہیں تھا نا کہ وہ اتنی بڑی ہو گئی ہو گی۔'' وہ خجل سا ہوا۔

''اور اتنی خوبصورت بھی ہے نا بھائی جان۔'' سائرہ اسی وقت کچن سے نکلی تھی ہاتھ میں پکڑی ٹرے میں چائے کے بھاپ اڑاتے مگ موجود تھے۔

ان کی بات سن کر شرارت بھرا لقمہ دیا تو سعد نے خفیف سا اسے گھورا تھا۔

''ارے بیٹے جب سائرہ بڑی ہوئی تھی تو اسے کیا چھوٹا ہی رہنا تھا۔ سال بھر تو چھوٹی ہے اپنی سائرہ سے۔'' انہوں نے سائرہ کے ہاتھ سے چائے کا مگ لیتے ہوئے سائرہ کی شوخی نظر انداز کر دی۔

''ہوں۔'' سعد نے سوچنے کے انداز میں ہنکارا سا بھرا۔

''اماں کیا آپ نے چچی جان سے انکار کر دیا۔'' وہ جیسے کسی خیال سے چونکتا ہوا اضطرابی کیفیت کے زیر اثر بولا تو اماں نے چونک کر بغور اسے دیکھا تھا پھر قدرے بے نیازی سے بولی تھی۔

''جب ذکر ہی نہیں کیا تو انکار کا کیا سوال۔''

''جی کیا مطلب؟'' سعد حیران ہوتے ہوئے بولا۔

''بیٹے میں نے تم سے بات کی تھی تم نے

انکار کیا تو سبینہ سے کہنے کی نوبت ہی نہ آئی بات ختم۔''

''اوہ۔'' سعد نے بے اختیار گہرا طویل سانس کھینچ کر تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

''اماں آپ اب بات کر لیں چچی جان سے یقیناً اب بھائی جان کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا نا بھائی جان!'' سائرہ مسکراہٹ دباتی ہوئی بولی تو سعد کھل کر مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا گیا۔

''کیوں اماں میں نے نہ کہا تھا کہ ایک بھائی جان کو شفا سے مل لینے دیں یہ خود آپ سے کہیں گے۔'' سائرہ فاتحانہ انداز میں گردن اکڑا کر بولی تو سعد کے لبوں پہ مچلتی مسکراہٹ کچھ اور بھی گہری ہو گئی تھی۔

''شفا آپ کو پتہ ہے کہ میں نے پرپوز کیا ہے آپ کو۔'' رات ہی سعد اللہ کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ اسے یہ قدم اٹھانے سے پہلے شفا کی اپنے بارے میں رائے ضرور لینا چاہیے تھی یہی سوچ کر وہ اسے کالج لینے چلا آیا تھا۔ سائرہ نے چھٹی کی تھی سو بات کرنے کا بہترین موقع تھا شفا اسے کالج گیٹ کے باہر گاڑی سے ٹیک لگائے محو انتظار دیکھ کر رکی تھی مگر اگلے ہی لمحے خود کو سنبھالتی قریب چلی آئی۔ سعد نے اس کے صبیح چہرے سے نگاہ چراتے گاڑی کا فرنٹ ڈور اوپن کر دیا۔ شفا ہلکے سے تذبذب کے بعد سر جھٹکتی گاڑی میں بیٹھ گئی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی مین روڈ پہ لاتے ہی سعد نے گویا اس کے سر پہ دھماکہ کیا تھا جو اس کی نگاہوں سے چھلکتا استعجاب اس کی لاعلمی و بے خبری کا گواہ تھا۔ مگر وہ اس کے چہرے پہ چند لمحوں سے زیادہ نگاہ نہ ٹکا سکی کہ وہ بہت نرم مگر بولتی ہوئی نظروں سمیت اسے ہی دیکھ رہا تھا سعد نے اس کی دراز پلکوں کی جھالروں کو لرز کر گالوں پہ محشر برپا کرتے دیکھا تو بے ساختہ مسکرا دیا۔

''سیانے کہتے ہیں خاموشی کو رضا مندی سمجھنا چاہئے تو کیا میں بھی۔ لیکن نہیں پلیز شفا میں آپ کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔''

خاصی دیر بعد وہ اس سے اسی گمبھیر لہجے میں مخاطب ہوا تھا شفا کی حالت غیر ہونے لگی دل کچھ اس طرح دھڑ دھڑ کر رہا تھا کہ لگتا تھا ابھی پسلیاں توڑ کر باہر آ گرے گا پیشانی پہ پسینے کے ننھے ننھے قطرے جگمگانے لگے۔

''میں یہی کہوں گی کہ جو مما میرے لئے فیصلہ کرنا چاہیں مجھے دل و جان سے قبول ہو گا اب پلیز چلیں۔'' وہ اس کی نگاہوں کی تپش سے پگھلتی ہوئی بولی تو سعد نے اسے مطمئن انداز میں مسکراتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

سعد کچھ دن رہنے کے بعد مما کی رضا مندی جان کر ہی واپس گیا تھا اس کے جاتے ہی منگنی کی تیاریاں ہونے لگیں سائرہ آتے جاتے اسے چھیڑنے سے باز نہ رہتی تو ایسے لمحوں کبھی وہ جھینپ کر مسکراتی تو کبھی آنکھوں کی سطح بھیگ کر رہ جاتی سائرہ کی بھی منگنی اس کے خالہ زاد عاطف سے طے ہو چکی تھی اکثر وہ بھی آ دھمکتا تو پھر دونوں مل کر اس کا ریکارڈ لگاتے زچ کر کے رکھ دیتے۔

''سنا تم نے کچھ بنو رانی۔'' وہ اپنے کمرے میں بیٹھی اسٹڈی کر رہی تھی جب سائرہ پھولے سانسوں سمیت بھاگتی دھپ سے اس کے پاس آ گری۔

''کیا آفت آ گئی۔'' شفا نے منہ بسورا۔

''منگنی کا فنکشن نکاح کی تقریب میں بدل گیا ہے۔''

''کیا؟'' شفا کو جیسے کرنٹ لگا تھا ہونق سی

ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

''مگر انہیں اتنی جلدی کیا ہے۔''

عاطف بھی اندر گھس آیا۔

''سمجھو نا محترمہ ایسی ہی غضب کی چیز ہیں کہ بندہ حواس کھو دے اب میرے بھائی جان کا کیا قصور۔'' سائرہ آنکھیں نچا کر بولی تو شفا کا چہرہ بھاپ چھوڑنے لگا۔

''بھائی جان نکاح سے کچھ دن پہلے ہی آ رہے ہیں۔'' وہ شفا کی متغیر چہرے پہ گہری نگاہ ڈالتے ہوئے اطلاعی لہجے میں بولی تو شفا کا دل زور سے دھڑکا۔

''ہٹو پرے جانے دو مجھے۔'' وہ سائرہ کا راستہ روک لینے پہ غصے سے بولی تو سائرہ نے آنکھیں گھما کر معنی خیزی سمیت اسے دیکھا تھا۔

''اوہو دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں اوپر اوپر سے نخرے۔'' شفا نے ہاتھوں میں چہرا چھپا لیا جانے کیوں اس کا دل بہت رونے کو چاہ رہا تھا یہ بھلا کیا بات ہوئی منگنی سے اچانک نکاح اتنی جلدی کیوں کر رہے ہیں۔

''ارے ارے کیا ہوا شفا پلیز دیکھو اگر تمہیں میری بات بری لگی تو آئی ایم سوری۔'' سائرہ گھبرا کر اسے منانے کی سعی کرتی گڑگڑائی۔

''او عاطف نے او کو خاصا لمبا کھینچ کر سائرہ کو آنکھ ماری۔''

''شٹ اپ۔'' وہ بھنا گئی تھی اس کی اس بیہودہ حرکت پہ۔

''دیکھو چندا میری رانی صاف بات ہے بھائی جان سے جدائی سہی نہ جا رہی ہو گی جبھی تو یہ قدم اٹھایا۔'' سائرہ نے اس کا بھیگا چہرا صاف کیا تھا۔

''اونہہ تمہاری چندا تمہاری رانی کیوں سعد بھائی کی چندا سعد بھائی کی رانی کہو نا۔'' عاطف نے ٹوکتے ہوئے تصحیح کی تو ایک بار پھر شفا کا چہرا شرم کی سرخی سے دہک کر گلنار ہوا۔

''مگر میری اسٹڈی۔'' اس نے بختی سے لب کا کونہ کچل کر بے بسی سے کہا تھا۔

''شفا بی بی! کیا ضرورت ہے دماغ کھپانے کی ہمارے بھائی جان کو اسٹڈی کر لو خاصے گمبھیر ہیں دل کا بھید نہیں دیتے کسی کو شاید تم پہ عیاں ہو جائیں۔'' عاطف نے پھر ٹانگ اڑائی تھی سائرہ نے گھور کر اسے دیکھتے ہوئے باہر نکالا پھر شفا کی جانب پلٹتی ہوئی بولی تھی۔

''ڈونٹ وری شفا چچی جان کو بھی احساس تھا ابھی صرف نکاح ہو رہا ہے رخصتی تمہاری تعلیم مکمل ہونے پہ۔'' سائرہ نے اسے ساتھ لگا کر تسلی سے نوازا تب جیسے اس کی اکھڑی سانسیں اعتدال پہ لوٹی تھیں۔

سعد اللہ کے نکاح کی رسم ادا ہونے میں ابھی دو تین دن تھے جب وہ گھر واپس آ گیا جس وقت وہ پہنچا شفا گھر پہ نہیں تھی مما اور سائرہ کے اصرار پہ شاپنگ کے لئے ان کے ساتھ گی تھی سعد کو پتہ چلا تو خود بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

''کہاں جا رہے ہو کھانا کھا لیتے۔'' اماں نے اسے پھر سے کہیں جانے کو تیار دیکھ کر ٹوکا۔

''نہیں اماں کھانا آ کر کھاؤں گا دراصل مجھے خدشہ ہے کہیں وہ لوگ برائیڈل ڈریس خود ہی پسند نہ کر لیں یہ کام تو مجھے کرنا ہے۔''

''کیا نہ خرید لیں۔''

اماں کو خفتان سا ہوتا تھا انگلش زبان سے سو ماتھے پہ بل ڈال کر بولیں۔

''شادی کے دن کا جوڑا اماں۔'' وہ گاڑی کی چابی اٹھاتا ہوا وضاحت دینے لگا۔

''اچھا اچھا۔'' اماں ہنسیں تھیں۔

''ٹھیک ہے جا اور دیکھ سرخ رنگ لانا یہ رنگ شفا پر بہت اٹھتا ہے۔'' وہ سر ہلاتا عجلت بھرے انداز میں کمرے سے نکل گیا مارکیٹ میں

گھنٹہ بھر خوار ہونے کے بعد وہ لوگ اسے جیولر شاپ پہ ملیں تو بے اختیار گہرا سانس بھرتا لپک کر قریب آتے بولا تھا۔

''شکر ہے آپ لوگ مجھے نظر تو آئیں گھنٹہ بھر سے خوار ہوتا پھر رہا ہوں۔''

انگوٹھی پہن کر ہاتھ کا جائزہ لیتی شفا پہ گہری نگاہ ڈالتا ہوا وہ سائرہ کو دیکھنے لگا تھا جب کہ شفا کا دل بہت انوکھے سے انداز میں دھڑکا۔ مما اس کے سر پہ ہاتھ پھیرنے کے بعد ساتھ لگائے کھڑی تھیں اس کے اونچے لمبے شاندار ڈیل ڈول کے سامنے مما بالکل کسی گڑیا کی طرح لگ رہی تھیں۔

''سنو عروسی لباس میں اپنی پسند سے لوں گا۔'' وہ سائرہ کے کندھے پہ جھکتا ہوا مدھم آواز میں بولا جب کہ نگاہیں میرون جارجٹ کے سوٹ میں بے حد حسین دکھائی دیتی شفا پہ جمی تھیں سائرہ نے جواب میں اس سے کیا کہا شفا نے دھیان نہیں دیا۔

''نوٹ کر لو شفا محترم سب کچھ اپنی مرضی سے کر رہے ہیں پہلے تمہیں پسند کیا پھر نکاح کے معاملے پہ اڑ گئے اور اب شادی کا جوڑا ابھی خرید رہے ہیں تو ترجیح اپنی پسند کو دے رہی ہیں یعنی چھا رہے ہیں تم پہ۔'' سائرہ نے اس کے قریب آتے ہی بازو میں چٹکی بھرتے ہوئے سرگوشی کی شفا محض اسے گھور کر رہ گئی۔

''سنو بھائی جان سے ہی کچھ سبق سیکھ لو کوئی تو کارنامہ تمہاری طرف سے بھی ہونا چاہئے۔'' وہ جیسے اس کی جان کو آ گئی تھی اکسانے والے انداز میں بولی تو شفا نے استعجابی نگاہ سمیت اس کے پر جوش انداز کو دیکھا۔

''کیا مطلب کیا کر لوں میں؟'' وہ زچ سی ہو گئی تھی۔

''اور کچھ نہیں تو محبت کا اظہار ہی کر دو وہ تو انہوں نے نہیں کیا نا ابھی تک۔'' وہ ایک آنکھ بند کر خباثت سے ہنسی تو شفا خفیف سی ہو کر اس مرتبہ اسے ڈھنگ سے گھور بھی نہ سکی۔

مہمان تو نکاح سے ایک دن پہلے ہی جمع ہو گئے تھے حالانکہ شادی نہیں صرف نکاح ہو رہا تھا مگر تقریب کے آثار دیکھ کر یہی گمان ہوتا تھا شادی کا ہنگامہ برپا ہے شام ہوتے ہی سائرہ نے اپنی کزنز کے ساتھ مل کر ڈھولک رکھ لی جسے رات گئے تک خاصا پیٹا گیا تھا۔ لہراتے رنگ برنگ آنچل نقرائی قہقہے اور ڈھولک کی سرتال بہت خوبصورت سماں تھا شفا اپنے کمرے سی ہی نہ نکلی تھی اس اہم موقع پہ صبح سے ہی وہ اپنے پاپا کو یاد کر کے رو رہی تھی خود سینہ بھی اولاد کی اس خوشی کے موقع پہ شوہر کی کمی کو محسوس کرتیں بظاہر مسکرا رہی تھیں مگر آنکھیں بار بار بھیگ جاتیں۔

''اے لڑکیو! یہاں کھیل تماشے میں مگن ہو کوئی جا کے شفا کی بھی خبر لے ارے صبح سے اندر بند ہے اس نے کھانا بھی کھایا یا نہیں۔'' اماں نے ان کے سر پہ پہنچ کر دہائی دی تو عاطف کی بہن سبرینہ کو شرارت سوجھ گئی۔

''ارے خالہ، سعد صاحب کو بھیجئے نا وہ ہم سے کہیں بہتر انداز میں خیر خبر لیں گے۔'' اس معنی خیز فقرے نے محفل کو زعفران کر ڈالا اماں بھی جھینپ کر مسکرا دیں۔

''اللہ توبہ یہ آج کل کی پود کو کوئی دیکھے کتنی بے شرم ہو گئی ہے نہ بڑوں کا لحاظ نہ چھوٹوں کی شرم۔'' انہوں نے گال تھپتھپاتے ہوئے واویلا کیا۔

''اماں خدا کے لئے اب اپنے دور کا کوئی گھسا پٹہ قصہ نہ سنائیے گا۔'' سائرہ نے عاجزانہ گزارش کی جس پہ محفل میں ایک بار پھر دبی دبی ہنسی کی بھنبھناہٹ ابھری تھی۔

''جاؤ بیٹی تم جا کے شفا کو یہیں لے آؤ ذرا

دل بہل جائے گا۔ بچی کا صبح سے رو رو کر ناس مار لیا۔'' انہوں نے سبرینہ کو دیکھ کر کہا تو ایک بار پھر عاطف کو شرارت سوجھی۔

''رو رہی ہیں بٹ وائے خاندان کی کریم ہیں کیپٹن سعد اللہ صاحب پھر وہ کیوں رو رہی ہیں انہیں تو قہقہے لگانے چاہیے ایسے ہی ہی ہی۔'' اس نے باقاعدہ منہ پھاڑ کر ہنسنا شروع کیا تو ناظم نے جھلا کر اس کے منہ پہ اپنی ہتھیلی رکھ دی۔

''یار کچھ رحم کرو کیوں ہمیں خوفزدہ کرنے پہ تلا ہے۔'' اس نے کچھ اس قدر عاجزی سے کہا تھا کہ وہ سب بے ساختہ ہنس پڑے تبھی سبرینہ ہلکے گلابی کپڑوں میں ملبوس شفا کو تقریباً گھسیٹتی ہوئی وہاں لے آئی تھی۔

''کہہ رہی تھیں نہیں جاؤں گی وہاں سعد بھی ہوں گے۔'' سبرینہ نے شفا کو صوفہ پہ دھکیل کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے اطلاع دی۔

''پھر کیسے یقین دلایا کہ بھائی جان یہاں نہیں ہیں۔'' سائرہ نے مسکرا کے استفسار کرنے پہ سبرینہ نے ٹھنڈا سانس بھرا جھوٹ تھوڑا ہی بولا۔

''وہ واقعی یہاں نہیں البتہ ابھی آ ضرور جائیں گے۔'' سبرینہ نے کچھ غلط نہیں کہا تھا واقعی کچھ دیر بعد سعد وہاں چلا آیا تھا۔

''آپ کو الہام کب سے ہونے لگا۔''

''کیا مطلب؟'' وہ چونکا تو عاطف نے بنا کچھ کہے شفا کی سمت اشارہ کر دیا تھا وہ جیسے سمجھ کر مسکرایا اور گہری نظروں سمیت شفا کے شرمائے روپ کو دیکھتا ہوا بولا تھا۔

''بس دل کو دل سے راہ ہوتی ہے جناب۔''

''میرے دل نے بتا دیا تھا کہ منظورِ نظر یہاں ہے نا۔'' عاطف نے جل کر لقمہ دیا تو سعد نے سر تسلیم خم کر دیا تھا عاطف کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

میرون اور سکن کامبی نیشن کے اسٹائلش لہنگے جیولری اور گجروں سے سجی شفا دلہن کے روپ میں غضب ڈھا رہی تھیں۔ نکاح کی رسم ادا ہوتے ہی جب اسے سعد کے مقابل لا کر بٹھایا گیا تو اسے اسٹیج پہ آتے دیکھ کر احتراماً وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ متجسس انداز میں اٹھی ہوئی نگاہ اگلے کئی پل ہٹنے سے انکاری ہوئی تو ینگ جنریشن معنی خیز فقروں کی صورت اسے گھیر لیا وہ بوکھلا کر شوق کے اس دریا سے ابھرا تھا اور سنبھلتا ہوا شفا کے مقابل بیٹھ گیا۔

''کیا فائدہ ہوا یار سعد تمیں سال کے ہو کے شادی کا خیال بھی آیا تو صرف نکاح ابھی بھی وقت ہے اڑ جاؤ کروالو رخصتی فائدے میں رہو گے۔'' حسین جو اس کی نگاہوں کے ارتکاز کو پا چکا تھا جو شیلے انداز میں اکسا کر بولا تو جواباً سعد اللہ کا جاندار قہقہہ بکھیر گیا تھا۔

''میں اس طرح بھی نقصان میں نہیں رہا ہوں۔''

''اچھا وہ کیسے؟'' حسین نے آنکھیں پٹپٹا کر حیرت ظاہر کی جواباً سعد معنی خیزی سے مسکراتا ہوا اماں کے بڑھائے وہ کنگن شفا کو پہنانے لگا تھا جو وہ رسم کے مطابق لے کر اسٹیج پہ آئی تھیں اس کے لمس کی شدت سے گھبرا کر شفا نے ایک پل کے لئے لرزتی پلکوں کی جھالریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا اسے اپنی سمت متوجہ پا کر اگلے ہی پل گھبرا کر نظریں جھکا دی تھیں سعد کے لبوں کی تراش میں دل آویز مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''اللہ نظر بد سے بچائے ویسے حسین کی بات ماننے کو جی چاہ رہا ہے۔''

اس کا ہاتھ کنگن پہنانے کے بعد بھی چھوڑنے کی بجائے ہولے سے دبا کر نزاکت کو محسوس کرتا ہوا وہ آہستگی سے کہہ رہا تھا کہ شفا کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا پورے وجود میں جیسے سنسناہٹ دوڑ گئی تھی اس نے گھبرا کر اسے دیکھا تھا اسے شرارت آمیز نظروں سے مسکراہٹ دبائے اپنی جانب متوجہ دیکھ کر گھبرا کر نظریں جھکا دیں وہ بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

''گھبراؤ نہیں جانِ من ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ میں تمہیں تمہاری رضا کے بغیر کبھی چھوؤں بھی، ہاں مگر جب مکمل رضا مندی ہو تو خاکسار کو ضرور آگاہ کر دینا اگلے دن ہی تمام تیاری کے ساتھ لینے پہنچ جائیں گے۔'' اس پہ جھکا وہ مسلسل سرگوشیاں اس کی سماعتوں میں انڈیل رہا تھا جب کہ وہ بے ترتیب دھڑکنوں کو سنبھالتی حیا سے جلتے چہرے کو کچھ اور جھکا گئی تھی۔

کمرے میں آ کر وہ وارڈ روب سے اپنا آرام دہ کاٹن سوٹ نکال کر واش روم کا رخ کر ہی رہی تھی جب افراتفری کے عالم میں سائرہ ادھر ادھر دیکھتی اندر آئی تھی۔

''ماشاءاللہ چشم بددور کیا روپ چڑھا ہے اللہ نظر بد سے بچائے دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔'' وہ آتے ہی اماں کے انداز میں بلائیں لیتی دعاؤں سے نوازانے لگی تو شفا نے جھینپ کر اسے گھورنے کی کوشش کی تھی تب اچانک ہی سائرہ جیسے کچھ یاد آنے پہ سر پہ ہاتھ مار کر اپنی یادداشت کو کوستی ہوئی بولی تھی۔

''سنو ابھی چینج مت کرنا دیکھو تمہارا یہ روپ سروپ میری مت مار رہا ہے تو بیچارے بھائی کا کیا حال ہو گا۔''

''تم باز نہیں آؤ گی۔'' وہ کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑتی خفا ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

''اور چینج کرتے سے کیوں منع کر رہی ہو مجھے نماز پڑھنی ہے پہلے ہی بہت دیر ہو گئی۔'' نا فہمی سے اسے دیکھتی وہ اب وال کلاک پہ نظر ڈال کر تشویش سے بولی تھی۔

''پڑھ لینا چند انماز بھی پڑھ لینا ابھی رکو ذرا وہ دراصل بھائی جان آ رہے ہیں نا یہاں تم سے ملنے۔'' سائرہ نے مسکراہٹ دبا کر شوخی سے اس کے سجے سنورے دلکش روپ کو دیکھا تو شفا کے ہاتھ سے کپڑوں کا ہینگر گر گیا۔

''کیوں بھلا۔'' وہ گھبرا کر ہونق سے انداز میں اس کی صورت دیکھنے لگی۔

''کیوں بھئی یہ تو بھائی جان ہی بتا سکتے ہیں۔'' سائرہ نے معنی خیزی سے کہا تو شفا کا چہرہ حیا کے حصار میں گھر کر بے تحاشا سرخ پڑا خجالت بھرے انداز میں نظریں چرا کر ادھر ادھر دیکھی وہ جیسے اس کی نظروں کی معنی خیز شرارت سے بچنے کی سعی کر رہی تھی۔ تبھی دروازے پہ آہٹ ہوئی تھی شفا اپنی جگہ زور سے اچھل گئی چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگیں اس سے پہلے کہ بالکل ہی اوسان خطا ہوتے دروازہ کھول کر اماں اندر چلی آئی تھیں جہاں شفا کا خطرناک حد تک تیز دھڑکتا دل دھیرے دھیرے اعتدال پہ آیا تھا وہاں سائرہ کو سخت مایوسی ہوئی جس کے حصار میں گھرے اس نے احمقانہ سوال کر ڈالا تھا۔

''سعد بھائی جان نہیں آئے۔'' اماں نے متحیر ہو کر بیٹی کی صورت دیکھی۔

''کیا مطلب اسے آنا تھا وہ تو اپنے دوستوں کو چھوڑنے گیا ہے۔'' اماں نے آنکھیں پھیلا کر خود ہی سوال خود ہی جواب بھی دے دیا دھت تیرے کی سائرہ خجل سی ہو گئی جب کہ شفا کپڑے اٹھائے واش روم کی سمت بھاگ گئی تھی۔

نکاح سے دو روز بعد سعد واپس کاکول چلا گیا تھا اس دوران شفا سے ایک بار بھی اس کا سامنا نہ ہو سکا حالانکہ کسی نے پابندی تو نہیں لگائی

تھی بس اسے خود ہی اب سعد سے بہت شرم محسوس ہونے لگی تھی جبھی کمرے میں چھپی رہتی جب سائرہ کے بلانے پہ وہ ناشتے اور کھانے کے لئے بھی ٹیبل پہ نہیں آئی تو سائرہ نے جا کر زور سے سب کے سامنے ہی کہہ ڈالا تھا۔

''شفا، بھائی جان سے پردہ کرنے لگی ہے۔''

''کیا مطلب؟'' اماں نے حیرت سے اسے دیکھا تو جواباً منہ پھلا کر بولی۔

''تو اور کیا مطلب نکلتا ہے اس کا جہاں پہ بھائی وہاں سے وہ غائب اس سے تو بہتر تھا آپ ڈائریکٹ شادی کر لیتے۔'' وہ سعد کو دیکھ کر بولی جو دھیرے سے مسکرانے کے بعد اپنی پلیٹ پر جھک گیا تھا جس روز وہ جا رہا تھا سب سے ملنے کے بعد کچھ لمحوں کو اس کے کمرے میں آ گیا ہلکی دستک کی آواز پہ شفا جو گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے کسی سوچ میں گم تھی چونک کر متوجہ ہوئی فل یونیفارم میں اونچے لمبے مضبوط شاندار سراپے کے مالک سعد اللہ کو روبرو پا کے اس کا دل بہت بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا پلکوں کی جھالریں لرز کر صبیح عارضوں پہ سایہ فگن ہو گئی تھیں۔

''شفا آپ کو پتہ تھا میں جا رہا ہوں پھر بھی باہر نہیں آئیں۔'' اس کے لہجے میں استحقاق کی خفگی کا عنصر نمایاں تھا جیسے محسوس کر کے ہی اس نے گھبرا کر نظریں اٹھائی تھیں مقابل کی چمکتی سیاہ آنکھوں کی معنی خیز چمک اس کی گھبراہٹ کو دو چند کر گئی۔

''اتنا گھبراتی کیوں وہ مجھ سے حالانکہ اب تو ہمارے درمیان ایک جائز رشتہ استوار ہو چکا ہے۔'' وہ بیڈ کے کنارے کھڑا نرمی سے اس کا رخسار چھو کر بولا تو یکبارگی اس قربت اور اس لمس کی شدت پہ وہ بے اختیار ہی پیچھے کی جانب سرک کر درمیانی فاصلہ بڑھا گئی اس کی اس معصومیت بھری بچکانہ حرکت پہ وہ بے ساختہ مسکرایا تھا پھر اس کی لرزتی پلکوں کی جھالروں کو چھو کر گمبھیر لہجے میں بولا تو لہجے کی معنی خیزی اس کے پورے وجود میں تھرتھراہٹ دوڑا گئی تھی۔

''بچاؤ کی تمہاری ان تدبیروں کو کبھی کبھار بہت بے دردی سے ملیا میٹ کرنے کو جی چاہتا ہے۔'' سخت متوحش ہو کر اسے دیکھنے لگی تو جواباً وہ مسکراہٹ دباتا اس کے لرزتے کانپتے ہاتھ اپنی گرمجوشی ہتھیلیوں میں دبا کر ہولے سے تھپکتا ہوا ذرا سا اس پہ جھکا تھا۔

''یار مذاق کر رہا تھا مجھے تو لگ رہا ہے تم بے ہوش ہو جاؤ گی۔'' وہ ہولے سے ہنس پڑا تھا اس کی غیر ہوتی حالت کو دیکھ کر جب کہ شفا کے چہرے سے بے بسی کا واضح اظہار چھلکتا محسوس کر کے وہ گہرا سانس کھینچتا اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''اوکے چلتا ہوں تم ریلیکس ہو جاؤ کبھی تو مکمل ہاتھ لگو گی نا تب پوچھیں گے۔'' وہ جیسے آہ بھر کے کہتا اگلے ہی لمحے پلٹ کر چلا گیا جب کہ شفا ہاتھوں کی پشت پہ اس کے جاندار لمس سے ابھر آنے والی سرخی کو نگاہ کی زد پہ رکھے اتھل پتھل ہوتی دھڑکنوں کو سنبھال رہی تھی۔

''پتہ ہے بھائی جان کیا کہہ رہے تھے۔'' سائرہ نے اس کے نزدیک دھپ سے بیٹھنے کے بعد جتانے والے انداز میں بات کا آغاز کیا پھر اس کی سوالیہ نگاہوں میں اپنی نظریں گاڑھتے ہوئے بولی تھی۔

''کہہ رہے تھے شفا سے کہنا میں جا رہا ہوں اس لئے ٹیبل پہ آ کر کھانا کھا لیا کرے اور گھر میں بھی آزادانہ رہے۔'' اس کے لہجے میں خفگی تھی۔

''سوری یار لیکن میں کیا کروں تمہارے بھائی کی نظریں ہی ایسی ہوتی تھیں بہت شرم محسوس ہوتی ہے۔'' وہ چہرہ جھکائے خفت سے بولی۔ تو سائرہ نے اسے دیکھا پھر مسکرا دی۔

زندگی ایک معمول کے مطابق گزرتی چلی جا رہی تھی گھر کالج اور اسٹڈی اس کے علاوہ ایک ایک مصروفیت تھی وہ تھی سعد کو سوچنا اب اسے سوچنا اسے اچھا لگنے لگا تھا وہ خوش تھی شاید یہی وجہ تھی کہ ہر گزرتا دن اس کی خوبصورتی ہوں اضافہ کر جاتا اس کے نکاح کی تصویریں آئیں تو سائرہ نے کالج میں تمام گروپ کو دکھا کر خوب خوب ستائش سمیٹی جب کہ وہ ان کے چھیڑنے پہ جھینپتی حیا آلود گلاب چہرے سمیت چپ چاپ ان کے شوخ فقروں کی بوچھاڑ سہتی مسکرائے جاتی وقت بہت آہستگی سے بیتتا جا رہا تھا ان کے ایگزیمز قریب آ رہے تھے جبھی پڑھائی میں بری طرح سے غرق ہو رہی تھیں سعد تب کا گیا واپس نہیں لوٹا تھا اس روز بھی وہ تو اس کی کتابیں پھیلائے پڑھ رہی تھی جب کہ دوپہر کا وقت ہونے کے باعث اماں اور مما نماز پڑھنے کے بعد آرام کی غرض سے لیٹی تھیں سائرہ کچھ دیر قبل ہی نہانے واش روم میں جا چکی تھی جب برآمدے میں رکھے فون کی بیل ہونے لگی وہ اس خیال سے جلدی سے اٹھ کر آ گئی تھی کہیں بیل کی آواز سے اماں اور مما کی نیند خراب نہ ہو۔

''ہیلو۔'' اس کے ریسور اٹھاتے ہی ائیر پیس سے ابھرتی بھاری مردانہ آواز نے اس کے دل کی دھڑکنوں کو معمول سے ہٹ کر دھڑکایا تھا۔

''ہیلو۔'' خشک لبوں پہ زبان پھیر کر اس نے دل کی بے تحاشا بڑھتی دھڑکنوں پہ ہاتھ رکھ کر قابو کرنے کی ناکام سعی کی تھی جب وہی گمبھیر خوبصورت آواز پھر بے تابی سمیت ابھری تو اس نے کچھ بولنے کی کوشش میں ناکام ہو کر بے بسی سمیت ریسور کو دیکھا یہ مجھے کیا ہو گیا ہے وہ حیران تھی۔

''ہیلو شفا یہ تم ہو نا۔'' سعد کے لہجے کا یقین اور اعتماد اس کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھیر گیا تفاخر آمیز مسکراہٹ چاہے جانے کے دل ربا احساس کی دل آویز مسکراہٹ جس نے اس کی صبیح اجلے چہرے کی خوبصورتی کو مزید چار منگ بنا ڈالا تھا۔

''جی آ...... آپ ہولڈ کریں مم...... میں اماں کو بلاتی ہوں۔'' اس نے عجلت بھرے انداز میں کہہ کر ریسیور رکھنا چاہا تو ادھر وہ جیسے بے قراری سمیت اسے پکارنے لگا تھا۔

''شفا پلیز ون اے منٹ۔''

''جج...... جی۔'' وہ لحہ بھر کر چونکی تھم سی گئی۔

''شفا کیا آپ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتیں آخر تکلف کی یہ دیواریں کب گریں گی۔'' آنچ دیتا ہوا سلگتا لہجہ تھا جس نے شفا کے ہاتھوں پیروں میں سنسناہٹ دوڑا دی۔

''اس وقت میں نے آپ سے بات کرنے کے لئے کال کی ہے اماں اور سائرہ سے تو ہر بار بات ہو جاتی ہے کیا تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔''

''ایسی تو کوئی بات نہیں آپ غلط سمجھے ہیں۔'' وہ اس کی ناراضگی کے خیال سے بدحواس ہو کر صفائی پیش کرنے لگی۔

''تو پھر آپ صحیح سمجھا دیں۔''

''جج صحیح...... جی۔'' وہ ہکلائی خاک نہ سمجھی۔

''جی صحیح کیا ہے آپ سمجھا دیں یعنی آپ بات کرنا چاہتی ہیں۔'' وہ یکدم لہجہ بدل کر شوخ ہوا تو شفا کے ہاتھوں میں پسینہ پھوٹ آیا یہ لیں سائرہ سے بات کریں اس نے سر پہ تولیہ لپیٹے باہر آئی سائرہ کو دیکھ کر تیزی سے کہا اور ریسیور حیران نظر آئی سائرہ کو تھما کر فوراً اندر بھاگ گئی تھی۔

وہ بالکل اچانک ہی چلا آیا تھا بارش ہو رہی تھی رات کے نو بجے تھے جب وہ بھیگتا ہوا پہنچا

تھا۔

”آنے کی اطلاع ہی کر دیتے بیٹے۔“ ایاں اسے دیکھ کر اس خیال سے ہی پریشان ہو گئی تھیں کہ سردی سے کہیں بخار نہ ہو جائے وہ جواباً کچھ کہے بنا مسکرا دیا تھا۔ لائٹ فیروزی سوٹ میں کھلی کھلی سی شفا کو پرشوق نگاہوں کی زد پہ رکھے بالوں پہ اٹکے بارش کے قطروں کو جھٹکتا ہوا اندر چلا آیا جب کہ وہ نگاہ گرمیٔ شوق پہ گھبرا کر تیزی سے کچن کی سمت بڑھ گئی۔ اس کے لئے چائے بناتے ہوئے وہ دل کی بے ترتیب دھڑکنوں کو سنبھال رہی تھی جب سائرہ نے کچن میں قدم رکھا۔

”چلو یہ تو اور بھی اچھی بات ہے کہ تم نے بنا کہے اپنی ذمہ داری قبول کر لی۔“ اس کے لئے چائے بناتے دیکھ کر وہ شرارت سے باز نہ آسکی تھی شفا جھینپ کر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پیچھے ہو گئی خود ہی کرو سائرہ ہنستی ہوئی ٹرے اٹھا کر لے گی تھی۔

وہ ایک ہفتے کی چھٹی پہ آیا تھا شفا نے پھر سے وہی روٹین اپنا لی جہاں اسے دیکھتی اپنے کمرے میں جا کر چھپ جاتی ایگزیمز شروع ہوتے تو پڑھائی کی روٹین بھی طے ہو گئی اس روز اس کا پہلا پیپر تھا جب کہ سائرہ کے ایگزیمز میں ابھی چند دن تھے اسے تنہا ہی جانا تھا رکشہ اماں نے منگوایا ہی تھا مگر واپسی پر جب اس نے بائیک سمیت سعداللہ کو اپنا منتظر پایا تو ایک پل کو کنفیوژ سی ہو گئی لائٹ آسمانی کھدر کے شلوار سوٹ میں ہوا شوخیوں سے بکھرتے بالوں کو ہاتھ سے سنوارتا وہ اسی پل اس کی جانب متوجہ ہوا تھا دلچسپی سمیٹے مسکراتی نگاہیں بہت گہرائی سمیت اس کا جائزہ لینے میں مگن تھیں وہ خفیف سی ہو کر رہ گئی۔

”آپ نے کیوں تکلیف کی میں آ ہی جاتی۔“ اس کی گہری بولتی ہوئی نظروں کے حصار میں حد درجہ نروس ہوتی وہ بامشکل کہہ پائی تھی۔

”دس از مائی آنر مائی انوسینٹ پریٹی وائف۔“ خوابناک لہجے میں کہتا مسکراتی نگاہوں میں اس کا گھبرایا ہوا روپ سموتا ہوا وہ شرارت بھرے لہجے میں گنگنایا تو شفا کا دل پل بھر کو تھم کے بے تحاشا دھڑکا تھا بائیک پہ اس کے ساتھ بیٹھنے کے خیال سے ہی اسے پسینے آنے لگے تھے۔

”بائیک لانے کی کیا ضرورت تھی میں کبھی بیٹھی نہیں۔“

”میں ہوں نا۔“ وہ بائیک پہ بیٹھ کر اسٹارٹ کرتا ہوا بولا تو شفا یک اندر اس ذومعنی جملے معنی خیزی کا احساس تھرتھرایا تھا۔

”اس کے علاوہ میں نے یہ بھی سوچا تھا گھر میں تو تم دور دور رہتی ہو چلو اسی بہانے کچھ قریب تو آ گئی نا۔“ وہ گردن موڑ کر اس کے مسحور کن روپ کو نگاہوں کی زد پہ رکھتا ہوا دھیمے لہجے میں بولا تو شفا بلش ہو کر رخ پھیر گئی اف اس کا دل جیسے پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو بے تاب ہوا پیشانی جلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

”میں نہیں بیٹھ رہی۔“ وہ منمنائی تھی اس کی آواز کانپ گئی تھی۔

”اوہ کم آن مسز بلیو اٹ آپ کے لئے ہمارے ارادے نیک اور پارسا ہیں۔ سمجھ لیں وضو کر کے آپ کو سوچتے ہیں۔“

”پلیز سیٹ ڈاؤن۔“ شفا بری طرح لب کچلتی بیٹھ تو گئی تھی۔ مگر اس طرح کہ بس اب گری کہ تب سعداللہ سرد آہ بھر کے رہ گیا تھا اور پھر بڑی شرافت سے اسے گھر لے آیا۔

”تم یہاں گھسی بیٹھی ہو باہر موسم دیکھو کس قدر آفت ہو رہا ہے۔“ وہ کھلی کتاب گھٹنوں پہ رکھے بارش کی آواز سنتی بے دھیانی میں ان کی پرجوش شوخ قسم کی خوشگوار چیخ و پکار اور ہنسی مذاق

کو سن رہی تھی جب سائرہ نے بھیگے کپڑوں سمیت اندر آ کر اس کے ہاتھ سے کتاب چھین لی۔

”مجھے نہیں جانا سائرہ پلیز۔“ وہ جانتی تھی وہاں سعد بھی ہو گا جبھی وہ باہر نہیں گئی تھی ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی تو جواباً سائرہ نے خوفناک نظروں سمیت اسے گھورا تھا۔

”خبردار میں انکار سننے نہیں آئی تمہیں آنا ہے سمجھیں بھائی جان پکوریاں اور آئس کریم لائے ہیں ہمارے ساتھ نہ بھیگنا لیکن کھانے میں تو ساتھ دو۔“ وہ اس کے احتجاج کو نظر انداز کرتی زبردستی ہاتھ سے پکڑ کر ساتھ گھسیٹ لائی تھی برآمدے کے پلر سے ٹیک لگائے وہ ادھر ہی متوجہ تھا جیسے ہی اسے سائرہ کے ساتھ آتے دیکھا مسکراہٹ ضبط کرتا نگاہ کا زاویہ بدل گیا شفا کچھ مزید کنفیوژڈ ہو گئی تھی پھر بارش انجوائے کرتے وہ برگر، پیزا اور آئس کریم سے لطف اٹھاتے ہوئے بھی اس کی گرم نگاہوں کو خود پہ اٹھتا اور ٹھہرتا محسوس کرتی پورے وجود میں سنسنی دوڑتی محسوس کرتی رہی تھی۔

”آؤ بارش میں ککلی ڈالتے ہیں ریئلی بہت مزا آئے گا۔“ سائرہ کو جانے کیا سوجھی تھی کہ اس کے سر ہو گئی۔ اس نے تیزی آنکھیں دکھائیں اشارے کنایوں ہی منع کیا مگر وہ جیسے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہو گئی تھی تب وہ جیسے جھنجھلا سی گئی تھی۔

”پلیز سائرہ چھوڑو نا میں سعد کے سامنے۔“ معاً وہ غلطی کا احساس ہونے پہ ہونٹ دانتوں تلے دبا کر چہرا پھیر گئی تھی سعد کے اشارہ کرنے پہ سائرہ اسے چھوڑ کر اندر چلی گئی تو اس نے کچھ گھبرا کر اس کے پیچھے جانا چاہا تھا کہ عین اس پل سعد نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا۔

”تمہیں میرے سامنے بھیگنا اچھا نہیں لگتا۔“ وہ پوچھ رہا تھا اور وہ جیسے جواب دینے سے انکری انتہائی بے بسی کے عالم میں ہونٹ کچلتی سر جھکائے کھڑی تھی۔

”اگر میں تم سے کہوں میرے ساتھ بارش میں بھیگو تو بھیگو گی۔“ اس نے بے اختیار سر نفی میں ہلایا۔

”میں پیار کی بارش کی بات کر رہا ہوں۔“ اس کا لہجہ گمبھیر تر ہو کے سرگوشی میں ڈھل گیا وہ اس کی معصومیت چھلکاتی خوبصورتی کو نگاہوں میں سموتا اس پہ جھک گیا تھا۔ خوشبودار لمس اس کی سلگتی پیشانی پہ آ کر تھم گیا وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی تھی جب کہ وہ اس کی حالت سے مزا لیتا ہوا بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

”ڈر گئیں۔“ وہ سراسیمگی کی انتہاؤں پہ پہنچی متوحش نظروں سے اسے دیکھتی پلٹ کر اندر چلی گئی سعد گنگناتا ہوا اپنی شفاف چوڑی ہتھیلی پھیلا کر بارش کی بوندوں کا رقص دیکھتے ہوئے مسکراتا رہا تھا۔

جانے سے پہلے وہ اس کا تمام خوف ڈر ختم کر گیا تھا اس روز وہ اماں اور مما کی باقاعدہ اجازت سے اسے ریسٹورنٹ لے آیا تھا۔ حالانکہ اس نے پڑھائی کا حرج ہو جانے کا شور مچا کر ہر ممکن کوشش کی تھی انکار کی مگر اماں کے ساتھ مما بھی آڑے آ گئی تھیں اور اسے ہتھیار ڈالنے پڑے فیملی کیبن میں وہ بہت خاموشی اور خفا سی اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

”اتنی سی بات پہ خفا ہو گئی ہیں کم آن شفا تم میری بیوی ہو۔“ وہ اس کے اجنبیت بھرے انداز کو دیکھتا ہوا قدرے خفگی سے جتا کر بولا تو اس نے اس سے بڑھ کر خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

”بیوی نہیں منکوحہ ہوں ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہے۔“ وہ اسے اس کی حدود بتاتے ہوئے تصحیح کر کے بولی تو جواب میں وہ سر کھجا کر مسکرا رہا

تھا۔
”اطلاع کا شکریہ۔“
”ویسے محترمہ آپ کی اطلاع کے لئے عرض کردوں کہ یہ ایک انتہائی غیر اہم سی کارروائی ہے جس کو عمل میں نہ بھی لایا جائے تو کچھ خاص فرق نہیں پڑتا، نکاح کی رسم اہم ہوتی ہے اور فریضہ ادا ہو چکا۔“
”آپ اس قسم کی باتیں کرنے کے لئے مجھے یہاں لائے ہیں۔“ وہ منہ پھلا کر نروٹھے پن سے بولی تو سعد شوخی سے کھنکار کر دونوں بازوؤں کی کہنیاں ٹیبل پہ ٹکا کر آگے کی سمت جھکتا ہوا اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا تھا۔
”نہیں، لایا تو آپ کو پیار کی زبان سمجھانے کے لئے تھا۔“
”میں جا رہی ہوں۔“ وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی چہرا جانے کسی جذبے کے تحت بے تحاشا سرخ پڑا تھا۔
”بیٹھ جاؤ شفا اور میری بات دھیان سے سنو چھیننا جھپٹنا میری عادت نہیں ہے مجھے زندگی میں ترتیب اور سلیقہ اچھا لگتا ہے اور اسی کا قائل ہوں آپ کو یاد ہو گا میں نے آپ سے محبت کا اظہار بھی رشتے کے اقرار ہو جانے کے بعد کیا تھا پھر آپ نے یہ سوچا بھی کیسے کہ میں آپ کو کسی قسم کا ذہنی صدمہ دے سکتا ہوں میں آپ کی تعلیم مکمل ہونے تک رخصتی کا انتظار کروں گا یہ نوک جھونک چھیڑ چھاڑ تو اس رشتے کی خوبصورتی کو چار چاند لگاتی ہے اور میں ادھر ادھر منہ ماری کرنے کی بجائے اگر اپنے مرکز پہ ٹھہر کے یہ سب چند لمحوں کی انجوائے منٹ کرتا ہوں تو آئی تھنک یہ غلط نہیں ہے پھر بھی اگر آپ کو اچھا نہیں لگتا تو میں آئندہ احتیاط کروں گا۔“ پرجذب دھیما متاثر کن لہجہ جس میں موجود پاکیزگی اس کے باطن کی سچائی تھی شفا کو اپنی سوچ پہ ندامت محسوس ہوئی وہ سر جھکائے خجالت بھرے انداز میں بیٹھی رہ گئی تھی۔
”آئی ایم ساری کیا اب آپ خفا ہو گئے ہیں۔“ وہ خجالت سے بھرپور آواز میں نظریں ملائے بغیر بولی تو سعد کے لبوں کے گوشوں میں مسکراہٹ سورج کی پہلی کرن بن کر چمکی تھی۔
”نو ایٹ آل تم سے خفا نہیں ہو سکتا۔“ اس نے آہستگی سے اس کا گال سہلا کر تسلی سے نوازا تو شفا بے ساختہ آسودگی کے بھرپور احساس سمیت مسکرا دی تھی۔

پھر وہ چلا گیا تھا شفا کی تمام غلط فہمی چونکہ دور ہو گئی تھی جبھی بہت ریلیکس انداز میں اس نے ایگزیمز کلیئر کیئے تھے اس کے بعد فراغت تھی ایسے لمحوں اگر اس کا فون آجاتا تو وہ بھی بات کرلیا کرتی تھی گو کہ اس نے معذرت کر لی تھی اس کے باوجود اس نے محسوس کیا تھا سعد خاصا ریزرو رہنے لگا ہے یہی احساس اسے پھر سے بے چین کر گیا جبھی اس روز فون پہ اس نے ایک بار پھر اپنے دل کے خدشے کو الفاظ کا روپ دے دیا تھا۔
”آپ نے میری بات کا برا منایا تھا نا۔“
”کون سی بات؟“ وہ جانے واقعی نہیں سمجھا تھا یا مقصداً اسے زچ کرنا تھا۔
”اسی روز کی بات مجھے لگتا ہے آپ خفا ہیں۔“ اس نے آہستگی سے کہا تو جواباً وہ کتنی دیر تک ہنستا رہا تھا پھر اسے تسلی دینے کی غرض سے بولا۔
”اب کیا تمہارے اس خیال غلط کرنے کو کیا مجھے پھر سے رومینٹک ہونا پڑے گا؟“
”کم آن یار ایسا کچھ نہیں ہے بی ایزی میں نے خود ہی سوچا ہے یہ مناسب نہیں ہے میں شادی کے بعد تمام تر بے قراریوں کی داستان تمہیں سناؤں گا کہ کب میں نے تمہیں کس قدر مس کیا اور کس انداز میں۔“ اس نے گھبرا کر فون بند کر دیا تھا چند دن سکون سے گزرے تھے کہ عاطف کی بہن کی شادی کا ہنگامہ جاگ اٹھا وہ دونوں ہی امتحان کے بعد فارغ تھیں خالہ انہیں چند دن پہلے ہی لینے آ پہنچیں۔ اماں نے سائرہ کے ساتھ اسے بھی بھجوا دیا مگر وہ تو ایک دن میں ہی گھبرا کے واپس چلی آئی تھی کسی کے گھر میں رہنا اس جیسی ریزرو لڑکی کے لئے بہت مشکل امر تھا اس روز مہندی کی رسم ہونا تھی سائرہ صبح ہی آ کر اسے زبردستی ساتھ گھسیٹ کر لے گئی حالانکہ اس نے بہت کہا شام کو بڑے ابا اماں اور مما کے ساتھ آ جائے گی۔ مگر وہ سائرہ ہی کیا جو کسی کی سن لے پیلے اور میرون چنری کے سوٹ جس پہ گوٹا لگی تھی پہنے وہ نگاہوں کے رستے دل میں اتر رہی تھی وہاں ہر تیسرا بندہ اس سے سعد کے متعلق استفسار کر رہا تھا کہ وہ شادی پر کیوں نہیں آیا وہ کیا جواب دیتی ہر بار جھینپ کر سر جھکا لیتی تیار وہ ہو چکی تھی سائرہ کی تلاش میں باہر آئی تو اسے ڈھولک بجاتی لڑکیوں میں گھرے دیکھ کر خود بھی وہیں آ گئی جو لڑکیوں کے ساتھ تالیاں بجاتی چیخ چیخ کر گا رہی تھی۔

خوابوں میں دیکھا خیالوں میں دیکھا
سپنوں کی رنگین راتوں میں دیکھا
رکھ لیا تو نے کہاں خود کو چھپا کے
آنا ہے تو آجا مجھے لے چل اڑا کے

کھلے گیٹ سے بائیک گھسیٹ کر اندر لاتا سعد گانے کے بولوں پہ بے ساختہ مسکرایا تھا ڈھولک کی تھاپ میں اور گانے کے بولوں کا ردھم ہم آہنگ ہو کر سماعتوں میں رس گھول رہا تھا بائیک اسٹینڈ کر کے وہ جیسے ہی اندر آیا سب سے پہلی نگاہ قدرے بے زار نظر آئی شفا پر پڑی تھی۔

کب تو آئے گا اتنا بتا دے
مجھ کو بلا لے یا اپنا پتہ دے
تیرے لئے بیٹھی ہوں پلکیں بچھا کے
آجا مجھے لے چل دلہن بنا کے

لڑکیاں ہنوز چیخ رہی تھیں معاً نگاہ دروازے میں استادہ سعد اللہ پہ پڑی تو ڈھولک پہ پڑتی تھاپ لمحہ بھر کو تھم کر کان پھاڑنے لگی۔
”آگیا آگیا میرا یار دلدار۔“ سب سے پہلے عاطف ہی شور مچاتا ہوا اٹھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بھنگڑا ڈالنے لگا۔
”مجھے پتا تھا تم ضرور آؤ گے۔“ عاطف اس کے شانے پہ بازو دراز کرتا ہوا مان بھرے لہجے میں بولا تو حسین مضحکہ اڑانے کے انداز میں ہنس پڑا تھا۔
”تو کیوں ہنسا؟“ عاطف کو برا لگا تھا جبھی تیوری چڑھا کر اس پہ چڑھ دوڑا۔
”رہنے دے یار ضرور محفل میں جنجل ہونا ہے۔“ حسین نے ہنوز دل جلی مسکراہٹ سمیت کہا تو جیسے عاطف کو مرچیں سی لگ گئیں۔
”واٹ ربش۔“ عاطف نے منہ بنالیا۔
”پوچھ ذرا کس کی خاطر آئے ہیں موصوف۔“ حسین نے ابرو اچکا کر شہہ دی۔
”کس کی خاطر آئے ہو بتاؤ۔“ عاطف کو بھی غصہ آ گیا تھا تیکھے تیوروں سمیت سعد کو دیکھا۔
”اپنے یار کی خاطر اور کس کی خاطر۔“ وہ شرارت میں ہنسا تھا۔
”اور اس کا یار کون ہے پس پردہ شفا بھابھی کو کہہ کر تیرا دل رکھ رہا ہے۔“ حسین نے زور سے ہنستے ہوئے اس کے بازو پہ ہاتھ مارا جب کہ شفا اتنے سارے لوگوں کے درمیان خود کو نشانہ بنتے اور وہ بھی اس قسم کی گفتگو میں خفت و خجالت اور حیا سے بے تحاشا سرخ پڑ گئی تھی تیزی سے اٹھ کر اندر بھاگ گئی۔ رسم ہو گئی سعد نے اس کی پشت پہ لہراتی لانبی سیاہ چوٹی پہ نگاہ ڈال کر موضوع

گفتگو بدلا۔

"ہوں تیرا بڑا انتظار کیا تھا میرے یار۔" عاطف نے مصنوعی آہ بھری۔

"پھر چلیں سائرہ۔" پہلے عاطف کی تسلی کروائی پھر سائرہ کی طرف روئے سخن کرتا ہوا بولا تو سب ہی اس کے پیچھے پڑ گئے۔

"ہرگز نہیں سائرہ کہیں نہیں جائے گی۔"

"وائے۔" اس نے انتہا کی خفگی سمیت انہیں گھورا۔

"یار یہ اتنے دنوں سے یہیں ہے ہاں البتہ آپ بھی آج یہیں رہ جائیں۔" اب وہ سب اس کے پیچھے پڑے تھے تبھی شفا اندر سے چادر اوڑھے اماں کے ساتھ باہر آئی تھی۔

"آپ جا رہی ہیں خالہ۔" عاطف لپک کر قریب آیا۔

"ہاں بچے جانا تو پڑے گا شفا کی مما کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو بس رسم کے لئے آئی تھی۔"

"چلیں اماں میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" سعد فی الفور اٹھ کھڑا ہو گیا۔

"ہاں بچے تم ہی چلو ورنہ اتنی رات کو ہم تنہا تو نہیں جا سکتے۔" اماں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ تو عاطف جو حیران ہو کر باری باری دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"او کے پھر تم جاؤ۔" عاطف نے ناراضگی سے کہا تو سعد مسکرا کر اس کے بال بکھیرتا اماں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا نکل گیا تھا۔

اس کی پوسٹنگ اسلام آباد ہو جانے سے ہر ہفتے کا چکر پندرہ دنوں اور پھر ایک ماہ پہ جا رکا اب زیادہ تر وہ فون پہ ہی بات کر لیا کرتا روز روز اتنی دور آنا بھی تو آسان نہ تھا اسے گئے دوسرا تیسرا مہینہ تھا جب عاطف کی تیسرے اور آخری نمبر والی بہن کی چٹا چٹ منگنی ہوئی اور شادی کی تاریخ طے ہو گئی لڑکا سعودیہ میں انجینئر تھا فیملی اچھی تھی ایسے رشتے رد نہیں کیئے جاتے ان لوگوں کو شادی کی جلدی تھی کہ لڑکا بیوی کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا سو چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ ہو گیا۔ شادی کے گھر میں تو افراتفری مچی سو مچی سائرہ کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے اتنے مختصر سے وقت میں اتنی خاص تیاری کیونکر ہو پاتی جب کہ یہ نازک معاملہ بھی اس کے سسرال کا تھا سو پڑھائی وڑھائی کا غم بھلائے ان دنوں وہ اسی مصروفیت میں مگن ایک پاؤں گھر تو دوسرا بازاروں میں رکھے خاصی بدحواس نظر آیا کرتی اس کے برعکس شفا کا اطمینان قابل دید تھا اور پڑھائی میں توجہ بھی شاندار اس کے ایگزیمز بھی انہی دنوں تھے جب شادی کی تاریخ تھی سو وہ خوب محنت کر رہی تھی سائرہ کے اکسانے پھسلانے کے باوجود اس نے شادی پہ جانے سے انکار کر دیا تھا وہ مایوں کا دن تھا اور اگلے دن اس کا تیسرا پیپر تھا سائرہ، اماں اور مما کے ساتھ ابھی کچھ دیر پہلے ہی خالہ کے پاس گئی تھی۔

وہ گھر پہ اکیلی رہ گئی تھی۔ تائی اماں کو اس کی فکر تھی جب پڑوس کی بچی کو اس کے پاس لا بٹھایا تھا اور تاکید کی تھی بڑے ابا کے آنے تک بچی کو اپنے پاس ہی رکھے اور دروازہ پوچھے بغیر آواز پہچانے بغیر ہرگز نہ کھولے اس نے فرمانبرداری سے سر ہلا کے انہیں تسلی سے نواز دیا تھا اور اب ان لوگوں کے جانے کے بعد ایک بار پھر پوری تندی سے اسٹڈی میں مگن ہو چکی تھی صبا (پڑوس کی بچی) ٹی وی لگائے بہت ذوق و شوق سے کارٹون دیکھ رہی تھی معاً بیرونی دروازے کی بیل دھیمے سروں میں گنگنائی تب وہ قدرے چونکی تھی۔

"باجی باہر گھنٹی بجی ہے میں دیکھوں۔" صبا

نمکو کی پلیٹ گود سے نکال کر کارپٹ پہ رکھتی ہوئی بلند آواز سے پکار کر بولی تو شفا سرعت سے اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ گئی تھی۔

"نہیں تم رہنے دو میں دیکھتی ہوں پتہ نہیں کون ہے بڑے ابا تو اتنی جلدی نہیں آتے۔" وال کلاک پہ نظر ڈالتے ہوئے اس نے الجھن آمیز لہجے میں کہا اور تیز قدموں سے چلتی دروازے تک گئی۔

"کون؟" اماں کی ہدایات کے پیش نظر دروازے کو کھولے بنا پوچھا۔

"سعد، شفا دروازہ کھولو۔" بھاری بھرکم آواز اس نیم تاریکی اور مہیب خاموشی میں اس کے دل کی دھڑکنوں کو منتشر کر گئی تھی لرزتے ہاتھوں کی کپکپاہٹ پہ قابو پاتے ہوئے اس نے بالٹ گرا کے پٹ وا کیا تو فل یونیفارم میں ہلکی بڑھی ہوئی شیو سمیت وہ تھکا اپنے دلکش سراپے شاہانہ وجاہتوں سمیت اس کے روبرو تھا۔

"کیسی ہو۔" اسے دیکھ کر بشاشت سے مسکرا دیا تو شفا کترا کر ایک سائیڈ پہ ہو گئی۔

"بہت خاموشی ہے کہاں ہیں سب لوگ؟" صحن کے بیچوں بیچ ٹیوب لائٹ کی روشنی میں اس کا وجیہہ چہرا سوالیہ نشان بنا نظر آیا۔

"مینا کی شادی ہے نا سب لوگ وہیں گئے ہیں۔" سر جھکائے انگلیاں چٹخاتی وہ خاصی نروس نظر آ رہی تھی۔

"اوہ۔" وہ جیسے کچھ یاد کر کے سر ہلاتا بیگ تخت پہ اچھال کر وہیں گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔

"تم کیوں نہیں گئیں اکیلی ہو گھر میں۔" جھک کر پیروں کو جوتوں کی قید سے آزاد کرتا ہوا وہ قدرے تحیر سے بولا تھا۔

"نہیں صبا ہے میرے پاس پھر ابا بھی تو آنے والے تھے۔" اس نے جلدی سے کہا اور اس کے لاپرواہی سے اتار کر پھینکے گئے جوتے اور موزے اٹھا کر ان کی جگہ پہ رکھنے لگی۔

"تمہیں ابا کے ساتھ جانا تھا۔" وہ جو بہت دھیان سے اس کی اس حرکت کو دیکھ رہا تھا دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھتا ہوا نیم دراز ہو گیا۔

"نہیں میرے ایگزیم شروع ہو گئے ہیں اس وجہ سے۔"

"آپ کھانا کھائیں گے یا چائے بنا دوں۔" وہ دانستہ اسے دیکھنے سے گریز کر رہی تھی اور جلد از جلد وہاں سے ہٹنا بھی چاہ رہی تھی۔

"شادی میں شرکت نہیں کی اسٹڈی میں حرج ہونے کی وجہ سے اب تمہیں اپنے کاموں میں الجھاتا اچھا لگوں گا تم جاؤ تیاری کرو اپنی میں خود ہی کچھ کر لوں گا۔" الجھے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا وہ ایک بار پھر اٹھ کے بیٹھ گیا تو شفا جو دروازے تک پہنچ چکی تھی رک کر اسے دیکھنے لگی نگاہ ملنے پہ وہ نرمی سے مسکرایا تھا اس نے سٹپٹا کر نظریں چرا لیں۔

"نہیں اب ایسی بھی کوئی بات نہیں اتنا سا کام کرنے میں کیا حرج ہو گا آپ فریش ہو جائیں میں کھانا نکالتی ہوں۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ رکی نہیں۔ مگر سعد کی پکار پہ اسے ایک بار پھر تھمنا پڑا تھا کہ وہ یکلخت اپنی جگہ چھوڑتا ہوا اس کی راہ مسدود کر گیا تھا۔

"اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ رہنے دو ایک اور کام کرو۔" اس کے صبیح چہرے پہ تھرکتے پلکوں کے سائے کو دلچسپی سے دیکھتا ہوا وہ اتنی آہستگی سے بولا کہ وہ بامشکل سن پائی ہو گی جب کہ دل تو یوں یک دم سے اس کے یوں راہ میں آ جانے پہ دھڑکنا بھول چکا تھا۔

"کون سا کام؟" اس کے لب پھڑ پھڑائے۔

"تم تیار ہو جاؤ خالہ کے ہاں چلتے ہیں پلیز انکار نہیں کھانا وہیں چل کر کھا لیں گے پرامس

زیادہ حرج نہیں کروں گا تمہارا صرف دو تین گھنٹے بعد چھوڑ جاؤں گا۔'' چہرے پہ آس اور آنکھوں میں التجا لئے وہ اسے آزمائش میں ڈال گیا۔

''او کے میں اپنے کمرے میں ہوں دس منٹ بعد تیار ملوں گی۔'' اس نے چند لمحوں کے توقف کے بعد لب لچکتے ہوئے آہستگی سے کہا اور سرعت سے پلٹ گئی اس کے ساتھ تنہا گھر میں رہنے سے اسے یہ مناسب معلوم ہوا تھا کہ وہ اتنا حرج کر لے سعد سرشار سی کیفیت کے زیر اثر گنگناتا ہوا اپنے کمرے کی جانب گیا تھا۔

گرے گھدر کی قمیض اور سفید کلف دار شلوار میں بال سلیقے سے بنائے پرفیوم میں بسا کف لنکس بند کرتا ہوا وہ اپنے دھیان میں باہر آیا تھا جب اچھلتی کودتی صبا اچانک اس کے سامنے آ گئی۔

''سعد بھائی اب آپ آ گئے ہو تو میں اپنے گھر جاؤں، آں ہاں ہاں جاؤ تم۔'' سعد نے کرسی پہ بیٹھ کر اخبار اپنے سامنے پھیلاتے ہوئے اطمینان سے اجازت دے ڈالی پانچ منٹ مزید گزر گئے اس نے اخبار رکھ کے کوفت بھری نگاہ کلائی پہ بندھی رسٹ واچ پہ ڈالی تھی اور اٹھ کر کچن کی سمت بڑھ گیا کہ چائے کی طلب کے ساتھ اب نیند بھی اس پہ غلبہ پانے لگی تھی جسے بھگانے کے لئے وہ خود چائے بنانے کے ارادے سے اٹھ گیا قوی امید تھی تب تک شفا بھی یقیناً تیار ہو چکی ہو گی چائے بنا کر کپ میں ڈال کر کپ ابھی ہاتھ میں لیا ہی تھا جب اچانک ہر سو گہرا اندھیرا پھیل گیا۔

یقیناً بجلی فیل ہو چکی تھی اس نے بے اختیار گہرا سانس بھر کے جیب سے موبائل نکال کر آن کر لیا معمولی ہی سہی بہر حال روشنی تو تھی کچن سے نکل کر آنگن میں قدم رکھتے ہی وہ ٹھٹھک کے رکا تھا برآمدے کے پلر کے ساتھ تخت کے نزدیک جھکی وہ کینڈل روشن کر رہی تھی پورے گھر پہ تاریکی کا راج تھا روشنی کا مرکز صرف وہی تھی اور اس کی غیر ارادی طور پہ اٹھی نگاہ پلٹنے سے انکاری ہو کر ساکن رہ گئی تھی شمع کی ٹمٹماتی لو میں اس کے ملکوتی چہرے کے اطراف ریشمی سیاہ بال ڈھلک کر حصار باندھ گئے تھے جو اس نے اپنے دھیان میں ہلکے سے جھٹک کر پیچھے گرائے تو گویا چاند بدلیوں سے باہر آ گیا شعاعیں بکھیرتا روپ اس کے حواسوں پہ بجلی گراتا چلا گیا تھا نگاہ اٹھی تھی تو جم گئی تھی اور جم کر بھٹکنے کے بعد بہکتی چلی گئی وہ بے خبری کے عالم میں تھی جبھی کندھے سے سرکتا آنچل سنبھالنے کا دھیان نہیں رہا تھا اور یہی ایک لمحہ جو تنہائی کے احساس کے ساتھ ملکیت اور حاکمیت کے استحقاق سمیت چپکے سے ایک فیصلہ کروا گیا تھا کینڈل روشن کرنے کے بعد وہ سیدھی ہوئی تو سعد کے لمبے چوڑے آہنی سراپے سے ٹکرا گئی جو جانے کب اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی دو مضبوط بازوؤں نے زبردستی اسے اپنے حصار میں مقید کر لیا اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ کا گلا بہت احتیاط سے گھونٹ دیا گیا تھا اور وہ حواس کھوتی چلی گئی تھی۔

اچانک لائٹ بند ہو جانے سے جو نقصان اس کے حصے میں آیا تھا وہ لائٹ کے واپس آ جانے سے پورا ہونے والا نہیں تھا ایک بار پھر پورے گھر کی لائیٹس روشن تھیں اور شفا اجڑے بکھرے حلیے سمیت گھٹنوں میں منہ چھپائے گھٹ گھٹ کے روئے جا رہی تھی کمرے کے بیچوں بیچ ٹہلتے سعد نے بے تحاشا سرخ آنکھوں میں تاسف بھر کے اسے دیکھا اور بے دردی سے لب کچل ڈالے ابھی کچھ دیر قبل ہی وہ اسے چپ کروانے اور منانے کی ہر سعی کر کے ناکام ہو کر اٹھ کھڑا ہوا

تھا۔ جب کہ وہ اس کے تسلی دلاسے پر ہذیانی ہو کر چلانے لگتی تھی وہ خائف سا ہو کر دور ہٹا تھا اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ اس کی ایک نہیں سنے گی بالکل ویسے جیسے اس نے اس کی منتوں آہوں سسکیوں اور آنسوؤں کو نظر انداز کیا تھا جانے کیا ہو گیا تھا اسے وہ ایسا تو نہیں تھا کہ اس نے پیشانی کے بال مٹھی میں جکڑ کر زور سے سر جھٹکا اور خود سے بھی نگاہ چرائی اب بھلا وہ شفا کی حالت کا کیا جواز پیش کرنا تھا اسے سب گھر والوں کو، ابھی بابا آ جاتے تو اس کا دل اس خیال سے ہی غوطہ سا کھا گیا چلتے چلتے وہ ٹھٹھک کر رکا تھا اور تشویش بھری نگاہ سے شفا کو دیکھا جس کے بال کھل کر بکھر جانے کے باعث تقریباً اس کے پورے وجود کو ڈھانپ چکے تھے ہچکیوں سے لرزتا وجود اور گاہے بگاہے فضا کی خاموشی کو چیرتی سسکیاں وہ چند لمحے یونہی اسے دیکھتے رہنے کے بعد آہستگی سے چلتا قریب آ گیا۔

''شفا جو کچھ ہوا اس میں تمہارا قصور کہیں بھی نہیں ہے مگر یہ بھی تو دیکھو کہ کسی بھی وقت بابا یا پھر اماں واپسی لوٹ آئیں تو تمہاری اس حالت سے۔'' شفا نے جھٹکے سے سر اونچا کرتے ہوئے سرخ آنکھوں سمیت اسے گھورا۔

''بات مت کرو مجھ سے۔''

''او کے او کے فائن نہیں کرتا بات لیکن تم ابھی اپنے کمرے میں جاؤ حلیہ درست کرو اپنا۔''

''تم کیا سمجھتے ہو اس طرح اپنی اس گھٹیا حرکت پہ پردہ ڈال لو گے۔'' وہ چیخی۔

''یہ خام خیالی ہے تمہاری میں سب کو چیخ چیخ کر تمہاری اصلیت بتاؤں گی۔'' وہ جو اس کے لہجے پہ خائف سا ہو کر اسے دیکھ رہا تھا فون کی زور و شور سے بج اٹھنے والی فون کی بیل پہ اچھل کر رہ گیا پھر اسے وہیں چھوڑ کر تیزی سے باہر آیا تھا اور تسلسل سے بجتے فون کا ریسیور اٹھا لا دوسری سمت جو کچھ کہا گیا تھا وہ اس کے چہرے کی پریشانی کو تفکر اور گھبراہٹ میں بدل گیا۔

''ج...... جج...... جی...... مگر کب وہ بری طرح ہکلایا تھا کہ کون سے ہوسپٹل میں، میں آ رہا ہوں۔'' اس نے عجلت بھرے انداز میں ریسیور کریڈل پہ پھینکا اور بیرونی دروازے کی سمت بھاگا مگر کچھ خیال آتے ہی واپس پلٹا تھا دروازے پہ تھم کر دیکھا وہ ہنوز سی زاویئے میں حالت سوگ میں تھی وہ نظریں چرا گیا۔

''سنو اماں کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے ہوسپٹل میں ہیں وہیں جا رہا ہوں دروازہ اندر سے بند کر لو میں جا رہا ہوں۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ رکا نہیں تھا سرعت سے پلٹ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا شفا نے جھٹکے سے سر اونچا کیا تھا کاش سعد اللہ یہ ہارٹ اٹیک تمہیں ہو جاتا۔ مجھے تباہ کرنے کی سازش تمہارے ساتھ ہی مر جاتی اس نے زہر خند سے سوچا تھا اور گالوں پہ لڑھکتے آنسوؤں کو دوپٹے کے پلو سے پونچھ ڈالا۔

دو دنوں کے بعد اماں ڈسچارج ہو کر گھر آ گئیں معمولی اٹیک تھا فوری ٹریمنٹ سے ان کی حالت سنبھل گئی مگر شفا کا بخار نہ ٹوٹا تھا تایا ابا گھر پہ اس کا خیال رکھ رہے تھے یا پھر سائرہ چند لمحوں کو آ جاتی اماں کے آنے پہ اطمینان سے سائرہ اس کے پاس آ کر بیٹھی تو اس کی زرد پڑی رنگت اور آنکھوں کے حلقوں کو دیکھ کر بری طرح چونکی۔

''اماں تو ٹھیک ہو گئی ہیں یار اب تم بھی بستر چھوڑ دو۔ ویسے اصل بات کیا ہے مجھے تو کوئی اور ہی چکر لگ رہا ہے صرف ساس کی محبت میں تم اتنی سنجیدگی سے بیمار نہیں پڑ سکتی ہو۔''

شفا کے منہ سے چادر کھینچ کر کہتی وہ اس کے سرہانے ہی بیٹھ گئی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو مچل گئے تھے جی چاہا تھا چیخ کر کہہ دے

جاؤ اپنے بھائی سے پوچھو وہ زیادہ بہتر طور بتا سکے گا مگر اس وقت اسے دھمکانے کے باوجود اس نے جانا تھا کہ وہ اپنے لبوں سے اس قسم کی بات مر کے بھی نہیں نکال سکے گی۔ کیا سمجھی تھی وہ اسے اور وہ کیا نکلا تھا اس قدر بودا اس قدر نفس پرست کہ وہ سوچتی تو کراہت آنے لگتی اس نے آنسوؤں کو چھپانے کی غرض سے سختی سے آنکھیں بند کر کے کروٹ بدل لی سائرہ نے اس کی اس حرکت کو کیا معنی پہنایا اسے غرض نہیں تھی اسے سعد سے ہی نہیں سعد سے وابستہ ہر شے ہر رشتے سے نفرت محسوس ہو رہی تھی وہ تو ان لمحات کے بعد جیسے خود سے بھی خفا تھی۔

''اے کہیں اس لئے تو خفا نہیں کہ بھائی تمہیں بیمار چھوڑ کر ہی واپس چلے گئے۔'' سائرہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا اور شفا کے حلق میں جیسے زہر گھل گیا۔

''کم آن یار بھائی اس کی محبت پہ شک نہ کرو مگر ڈیوٹی تو نبھانا ہے نا وہ پھر آئیں گے تمہاری خاطر کہو تو فون کر دوں۔'' وہ مسلسل بول رہی تھی مقصد شاید اس کی خاموشی کو توڑنا تھا اور اس کا ضبط بھی یہیں تک تھا جبھی اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے حلق کے بل چیخی تھی۔

''سارا پلیز فار گاڈ سیک یہاں سے چلی جاؤ خاموش ہو جاؤ ورنہ میں کچھ کر لوں گی۔'' ہاتھوں میں چہرا ڈھانپتی وہ اس وحشت بھرے انداز میں روئی تھی کہ سائرہ حراساں ہو کر بس آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی اس کے باوجود کتنی دیر تک خود کو سنبھال نہیں پائی تھی۔

''شفا یہ تمہارے ائیر رنگ مجھے بھائی کے بیڈ روم سے ملے ہیں آج اتنے دنوں بعد ڈسٹنگ کی تھی نا بیڈ شیٹ بدلتے ہوئے نظر آئے۔''

اتنے دنوں وہ جیسے حالات پہ سمجھوتہ کر کے ذرا سا سنبھلی تھی مما کی تشویش اور پریشانی کے باعث ابھی کچھ دیر قبل نہا کر کپڑے بدلے تھے اور گیلے بال سلجھا رہی تھی جب سائرہ بولتی ہوئی کمرے میں آ گئی شفا کی زرد پڑی رنگت یکلخت بالکل سفید پڑ گئی جیسے لہو کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لیا گیا ہو برش اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گود میں جا گرا تھا اور وہ ساکن پلکوں سمیت پتھرائی ہوئی سی بیٹھی رہ گئی۔

''بھائی جان نے مجھے بتایا تھا کہ اس رات وہ تمہیں لے کر وہیں آ رہے تھے کہ اچانک فون آ گیا۔'' سائرہ نے بندے اس کے پاس رکھتے ہوئے سوالیہ نگاہ سے اسے دیکھا اور چونک گئی اس کا غیر معمولی انداز سے چونکانے کو کافی تھا۔

''شفا کیا تمہاری بھائی جان سے کوئی لڑائی ہو گئی ہے میں نے محسوس کیا ہے کہ تم اسی دن سے کچھ بدلی بدلی سی ہو ان کے کمرے میں صفائی کے دوران مجھے تمہاری گولڈن چوڑیاں بھی ٹوٹی ہوئی حالت میں ملی ہیں۔''

اس کی اگلی بات نے شفا کے وجود میں برقی رو دوڑا دی اس نے متوش نظروں سمیت سراسیمہ ہو کر اسے دیکھا تھا جو اس کا بغور جائزہ لے رہی تھی نگاہ ملنے پہ شفا کا چہرا کچھ اور زرد ہوا اور اس نے سرعت سے نگاہ چرا لی۔

''دیکھو شفا میں تمہاری نیچر سے بخوبی آگاہ ہوں جبھی تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ تنہائی کے باعث اگر تمہارے ساتھ بھائی نے کوئی مذاق کر بھی لیا تھا تو۔'' اسے جھٹکے سے اٹھتے اور رخ پھیرتے چہرے کو سائرہ نے گہری نگاہ سمیت اسے دیکھا۔

''آئی ایم ساری فار دیٹ تم اس سے یہ نہ سمجھنا کہ میں اپنے بھائی کی طرفداری کر رہی ہوں ایسا ہو جاتا ہے اٹس اے نیچرل سو پلیز اتنا محسوس نہ کرو تمہارا ان کے ساتھ جائز اور مضبوط

رشتہ ہے۔'' اس کے چہرے پہ ضبط کی سرخی کو دیکھتی وہ لمحہ بھر کے توقف کے بعد پھر بولی تھی۔

''تمہارے ائیر رنگ کا وہاں سے ملنا اور چوڑیوں کے ٹکڑے مجھے تمہاری ناراضگی کی اصل وجہ بتلا چکے ہیں پھر بھائی جان کی خاموشی اور چپ چاپ چلے جانا بھی بہت سے رازوں سے پردے ہٹاتا ہے اس کے باوجود میں پھر بھی تمہیں ہی سمجھاؤں گی کہ یہ رشتہ جتنا مضبوط ہے اس سے بڑھ کر حساس اور نازک بھی اتنی سی بات کا اتنا شدید ری ایکشن۔''

''سارہ تم چپ ہو جاؤ تمہیں کچھ نہیں پتہ ہے سو پلیز تم چپ ہی رہو تو بہتر ہے۔'' اس نے بھینچے ہوئے لہجے میں کہا اور اٹھ کر بھاگتی ہوئی واش روم میں گھس گئی سائرہ متاسف نظروں سے اسے دیکھتی سر جھکا کر کسی سوچ میں گم ہو گئی تھی۔

خجالت کا احساس مانع تھا یا وہ واقعی پشیمان تھا کہ پھر پلٹ کر نہیں آیا فون بھی کرتا تو سرسری سی بات چیت کے بعد سلسلہ منقطع کر دیتا ایک دو بار سائرہ نے شوخی و شرارت بھرے انداز میں شفا سے بات کروانے کا کہا تو اس نے ٹال دیا تھا سائرہ کی تشویش دونوں کے رویوں کو محسوس کرتی گہری ہو گئی تھی چونکہ وہ اصل بات سے لاعلم تھی جبھی کچھ زیادہ ہی پریشان ہو چکی تھی معاملہ اس کی توقع سے زیادہ سنگین ثابت ہو رہا تھا ہاتھ پاؤں تو ان کے تب پھولے جب شفا جو پہلی بیماری سے ہی بامشکل صحت یاب ہوئی تھی کہ ایک بار پھر سے بیمار پڑ گئی۔ صبح سے ہی اس کی حالت تشویش ناک حد تک خراب ہوتی شام تک بالکل ہی بگڑ گئی پانی کا گھونٹ تک بھی اس کے اندر نہ ٹھہر پاتا اگلے ہی لمحے قے ہو جاتی وہ تو جیسے لمحوں میں نچڑ گی تھی اماں جو ماما کے ساتھ گھریلو ٹوٹکے آزما رہی تھیں اس کی حالت دیکھ کر گھبرا سی گئیں اور سائرہ کے ساتھ ماما کو اس کا خیال رکھنے کی تاکید کرتیں چادر اوڑھے لشتم پشتم قریبی کلینک سے ڈاکٹر کو بلا لائیں ڈاکٹر نے حال سے بے حال ہوتی شفا کا تفصیلی معاوئنہ کیا تھا پھر گہرا سانس بھر کے سیدھا ہوتے ہوئے سب کے متفکر چہروں پہ اطمینان بھری نگاہ ڈال کر مسکرا دیا۔

''گھبرانے کی ضرورت نہیں اس حالت میں اس قسم کی وومیٹنگ وغیرہ تو معمول کا حصہ ہوا کرتی ہیں ڈونٹ وری میں انہیں کچھ ٹانک لکھ دیتا ہوں وہ آپ انہیں استعمال کروائیں اور خوراک پہ دھیان دیں انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گی۔'' پیشہ ورانہ انداز میں بات کرتا ہوا ڈاکٹر ان سب کو ہونق کر چکا تھا۔

''کیا مطلب ہے ڈاکٹر صاحب کس قسم کی حالت کیا ہوا ہے میری بیٹی کو۔'' اماں سے رہا نہیں گیا تو تیز لہجے میں پوچھ ڈالا جب کہ مما ساکت سی کھڑی تھیں۔

''آپ کے لئے خوشخبری ہے ماں جی آپ کی بہو ماں بننے والی ہے۔'' ڈاکٹر نے قلم روکے بناپر زور انداز میں اپنے ہی الفاظ کی تائید کی تو شفا جو نقاہت کے مارے آنکھیں موندے پڑی تھی دہک سے رہ گئی۔

''شی از پریگنٹ۔'' ڈاکٹر کے الفاظ پگھلے ہوئے سیسے کی مانند اس کی سماعتوں میں اترتے قوت سماعت کو بے کار کرتے چلے گئے۔ اطراف میں اتنا شور برپا تھا یا نہیں البتہ اس کے اندر دھماکے ہونے لگے تھے اسے لگا جیسے اس کا وجود برف کی تہوں میں دبا جا رہا ہوں۔

چار دنوں میں کتنا کچھ بدل گیا تھا اس کی ہستی کا مان غرور سب کچھ پل بھر میں ملیامیٹ ہوا تھا اس نے بڑی اماں کے رویئے کو بدلتا دیکھا تھا اور مما کی آنکھوں کو تحیر صدمے سے پھیلتے اور

ساکن ہوتے کتنا روئی تھی وہ کتنا یقین دلانا چاہا تھا اپنی بے گناہی کا مگر کیا ہوا تھا اماں نے اسے بری طرح سے پیٹ ڈالا تھا وہ چاہتیں تو بھی یقین نہ کر پاتی پر وہی بڑی اماں تھی جو اس سے پیار جتاتے نہ تھکتی تھیں کیسے کیسے گھناؤنے الزامات لگا دیئے تھے انہوں نے اس پر اپنے بیٹے کو صاف بچا گئی تھیں ان کی کانوں کو پھاڑتی آواز اسے پل بھر میں اس کی اپنی ہی نظروں میں گرا گئی تھی بے مائیگی کا احساس اس قدر رہوا تھا کہ وہ اپنی صفائی میں ماما سے بھی کچھ نہ کہہ پائی تھی کتنا چپ ہو گئی تھیں ماما جیسے اب بھی نہ کچھ بولیں گی بڑی اماں نے تو حد کر دی تھی ان کا بس چلتا تو دھکے دے کر انہیں گھر سے نکال دیتیں یہ تو بڑے ابا تھے جنہوں نے انہیں مشکل سے کنٹرول کیا تھا اس کے باوجود انہوں نے انیکسی والے حصہ کو علاوہ کرنے کے لئے دیوار کھڑی کروادی۔

''مجھے اس کلموہی کی شکل نہیں دیکھنی آنے دو سعد کو طلاق لکھواتی ہوں تجھے جس سے منہ کالا کیا اس سے نکاح کرالینا میرے بچے کے سر اپنا گناہ تھوپنے کا سوچنا بھی مت۔'' اور شفا کو لگا تھا جیسے وہ زمین میں گڑ گئی ہو رشتے اتنی جلدی بھی بدلتے ہیں اعتماد تو اس کا بکھر ہی چکا تھا کیا گناہ کیا تھا اس نے جو ایسی کڑی سزا ملی۔

وہ گھنٹوں یہ سوچنے میں گزار دیتی حالانکہ سائرہ کتنی شرمسار تھی نگاہیں تک نہ ملا رہی تھی۔

''آئی ایم ساری شفا مجھے اندازہ تک نہ تھا کہ اس رات معاملہ اس حد تک بگڑا ہو گا بھائی نے بہت زیادتی کی ہے تمہارے ساتھ لیکن تم بے فکر رہو ان کے آتے ہی سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' اور وہ نفرت کے شدید احساس سمیت اس کا ہاتھ جھٹکتی ماما کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

''میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی سعد اللہ کہ تم نے میرا ناقابل تلافی نقصان کر دیا ہے۔''

وہ پور پور زہریلی ہو کر سوچتی تھی۔

اس قدر ایمرجنسی کال پہ وہ خاصا سراسیمہ ہو کر آیا تھا پہلا سامنا ہی سائرہ سے ہوا کہ اماں تو اس دن سے ہی سر منہ لپیٹے پڑی رہتی تھیں۔

''سب ٹھیک تو ہے نا گڑیا کیوں اس طرح بلایا اماں ٹھیک ہیں۔'' اسے اپنی طرف بغور دیکھتا پا کے وہ قدرے حیران ہوا تھا۔

''ہوں ابا، اماں۔'' سائرہ نے نخوت بھرے لہجے میں کیا پھر بھرپور تلخی سے بولی تھی۔

''اماں بابا کے سوا کوئی اور بھی رہتا ہے اس گھر میں اس کی فکر نہیں آپ کو۔'' سعد اس کے انداز پہ چونکا تھا۔

''اور تم ہو اور بھلی چنگی میری سامنے کھڑی ہو، میں اور کوئی نہیں۔'' اس نے بڑی طنزیہ نگاہوں سے اس کے وجیہہ دلکش سراپے کو دیکھتے ہوئے زہر خند سے کہا اور ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کا بھائی اس حد تک بھی جا سکتا اس قدر سیلفش اسے دکھ ہو رہا تھا۔

''چچی ہیں اور شفا۔'' اس نے آہستگی سے کہتے ہوئے جانے کیوں نظر چرائی تو سائرہ نے بے بسی کے احساس سمیت لب بھینچ لئے اس کا جی چاہا تھا اس کے فولادی سینے پہ مکوں کی بارش کر دے اسے جھنجھوڑے پوچھے جو کچھ تم نے اس کے ساتھ کیا اس کے بعد یوں اسے تنہا چھوڑ جانا تمہیں زیب دیتا تھا۔ مگر ان کے درمیان موجود رشتہ اس کا تقدس اور جھجک سے ایسا کرنے سے باز رکھے رہی۔

''بھائی میں نے شفا کی وجہ سے آپ کو بلایا ہے۔''

''شفا کی وجہ سے۔'' وہ بری طرح سے چونکا۔ سائرہ نے اس کے چہرے پہ گھبراہٹ و

بوکھلاہٹ کے تاثرات کو لمحہ بھر کو اُمڈتے دیکھا تو نگاہ کا زاویہ بدل ڈالا۔

''جی بہتر ہوتا کہ آپ اماں سے ملنے سے پہلے اس سے مل لیں کیونکہ حالات بہت بگڑ چکے ہیں۔''

''سائرہ جاؤ تم یہاں سے اور سعد تم میرے کمرے میں آؤ اس سے مجھے یہی امید ہے کہ یہ تمہیں الٹی پٹیاں ہی پڑھائے گی۔'' اماں کی آواز پہ سائرہ کا چہرا سرخ پڑا تھا جب کہ سعد تذبذب سا کھڑا باری باری دونوں کو دیکھتا اصل بات کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔

''سعد آؤ میرے کمرے میں۔'' سائرہ کو تیزی سے پلٹتے دیکھ کر اماں نے پھر سے کہا تو وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے سر جھٹکتا ان کے پیچھے ہولیا تھا۔

جب تک اماں اپنے دل کی بھڑاس نکالتی رہی تھیں وہ سر جھکائے گم صم سا بیٹھا رہا تھا حالات اس نہج پہ جا پہنچیں گے اس کے متعلق تو اس کے گمان تک نہ تھا تمام تر قصور اس کے ہونے کے باوجود وہ مجرم ٹھہرائی گئی تھی وہ سن ہوتے ذہن کے ساتھ ساکت بیٹھا رہ گیا تھا۔

''میں اس کا نام ایک پل کے لئے بھی تیرے نام کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتی طلاق دے اسے جتنی جلدی ہو سکے۔'' اماں نے پھولی سانسوں سمیت کہا تب جیسے سعد کے اعصاب کو دھچکا لگا تھا اس نے بے تحاشا سرخ ہوتی آنکھوں سمیت سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور آہستگی سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

''اماں آئی ایم سوری کہ آپ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی مگر جو شفا کہہ رہی ہے وہی سچ ہے اس رات میں ہی تو آیا تھا گھر اور مجھ سے یہ خطا ہو گئی شاید اس لئے کہ گھر میں میرے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔''

''پتہ نہیں کیسے۔'' وہ اچانک رک گیا ان سے نگاہ ملائے بغیر تیزی سے باہر نکل گیا تو اماں تو حیران سی بیٹھی اس کے الفاظ پہ غور کر رہی تھیں۔

''ارے بکواس کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے صرف اس چلتر کو بچانے کی خاطر لیکن یہ تمہاری بھول ہے میں بچی نہیں ہوں جو تم لوگوں کی باتوں میں آ جاؤں گی۔ ارے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے اسے دیکھو ہمارا اپنا بیٹا کیسے اس کی طرفداری میں بول گیا کیسا دورا آ گیا۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ کوبی کرتیں بولے جا رہی تھیں جب کہ سائرہ دروازے کے باہر کھڑی منہ پہ ہاتھ رکھے سسکیاں روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی پلٹ کر بھاگ گئی۔

اماں کا غصہ بجائے کم ہونے کے مزید بڑھ گیا حالانکہ اس تصدیق کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اس بات پہ سمجھوتہ کرنے کے بعد کوئی حل نکالتی بلکہ الٹا وہ اینٹھ کے بیٹھ گئیں سعد کو دیکھتے ہی منہ پھیر لیتیں وہ ایسا بددل ہوا کہ پانچویں دن منہ اندھیرے ہی واپس چلا گیا لیکن جانے سے پہلے وہ باپ کے سامنے ساری باتوں کی وضاحت کر گیا اور اس بات پر بھی ان کو آمادہ کر گیا کہ وہ بہت کچھ بتا دیں کہ اماں کی بیماری کی وجہ سے رخصتی کروالی ہے جانے سے قبل اماں سے بھی ایک بات کی تھی۔

''اماں نہ آپ کی تربیت میں کمی تھی نہ بابا کے خون میں کوئی ایسی برائی بس وہ گھڑیاں ہی آزمائش بن گئی تھیں شفا کا تو کہیں بھی قصور نہیں نکلتا مجرم تو اس سارے معاملے میں، میں ہی ہوں سزا دینا ہے تو مجھے دیں۔''

اماں نے روٹھی روٹھی سی نگاہ ڈالی تو اس کا نڈھال پژمردہ چہرا نظر آیا پھر وہ چلا گیا تھا اور وہ پیچھے رہ گئی تھیں اپنی نفرتوں اور بے تحاشا غصے

سمیت چند دن یونہی گزرے تھے وہ خود پہ بے نیازی کا لبادہ اوڑھے رہیں مگر جب ایک ہفتہ گزرنے کے باوجود فون آیا نہ وہ تو انہیں خفقان سا ہونے لگا ان کی بے چینی ان کی ہر حرکت سے عیاں تھی اور سائرہ چپ چاپ منتظر تھی یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے ادھر ابا نے اپنے ملنے جلنے والوں میں یہ بات کر دی تھی کہ سعد کی والدہ کی بیماری کی وجہ سے سعد کی رخصتی خاموشی سے کروالی ہے۔

''ارے میرا بچہ تو ایسا شریف اور بھولا بھلا وہ ایسا کہاں اسی کلموہی نے پھانسا ہوگا اونہہ نہ شکل نہ عقل سوکھی سڑی نری چوہیا اسی کے ساتھ زور زبردستی کرنا تھی اسے۔'' وہ اکثر بڑبڑا کر اپنا غصہ نکالتی تو سائرہ کو بھی غصہ ضبط کرنا دشوار ہو جاتا جب اماں سارا دن ایسے ہی بڑبڑاتیں رہتیں تو ایک دن اس سے ضبط نہ ہوسکا چپکے سے آکر ان کے نزدیک بیٹھ گئی۔

''اماں شفا کو کیا ضرورت تھی انہیں اپنے جال میں پھانسنے کی نکاح تو ہو چکا تھا رخصتی بھی ہو جاتی اگر آپ کو یاد ہو تو رخصتی میں تاخیر کی استدعا شفا کی ہی تھی وہ تو اتنی محتاط پسند طبیعت رکھتی تھی کہ بھائی جان کو ہاتھ پکڑنے کی اجازت نہیں دیتی تھی کجا اس قسم کی ترغیب دینا نیور مان لیں اماں قصور آپ کے بیٹے کا ہی ہے۔'' اس کی تقریر کے جواب میں اماں نے خونخوار اور نظروں سے اسے گھورا تھا مگر وہ خائف ہوئے بنا شفا کی پوزیشن کلیئر کرنے کی کوشش میں مصروف رہی تھی۔

''اگر آپ کو یاد ہو تو شفا اس واقعے کے بعد بیمار پڑ گئی تھی بالکل گم صم اور خاموش پندرہ دن تک تو اس کا بخار ہی نہیں ٹوٹا تھا پھر اگر آپ انصاف سے سوچیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ مرد اپنی طاقت کے زور پہ عورت کو لمحوں میں زیر کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے یقیناً بھائی نے بھی شفا کے ساتھ ایسا کچھ......'' اس کی بات ادھوری رہ گئی اماں کی چپل غوری میزائل کی طرح اڑتی ہوئی عین اپنے ہدف یعنی اس کے کندھے کی خبر گیری کر چکی تھی وہ شاکی نگاہ ان کے لال بھبھوکا چہرے پہ ڈال کر ناراضگی سے اٹھ گئی۔

سعد کو گئے جب دو ماہ ہوئے اور ایک بھی خیر خیریت کا فون نہیں آیا تو اماں کے غصے کی جگہ پریشانی نے لے لی ایک آدھ بار خود فون کیا بھی تو رابطہ نہ ہو پایا تو اماں جو جانے کیسے ضبط کیئے تھیں اس روز ضبط کھو کر پھٹ پڑیں۔

''اس منحوس کی وجہ سے نہیں آتا بہت ظلم کر دیا میں نے جو ہر کوئی مجھ سے بدلہ لینے پہ تل گیا ہاں سارے رشتے اس ڈائن سے بندھ گئے ہیں۔''

''اماں چپ ہو جائیں پلیز ورنہ آپ کا بی پی شوٹ کر جائے گا۔'' سائرہ نے اپنے تئیں انہیں چپ کروانا چاہا مگر وہ تو جذباتی سہارا پاتے ہی رو پڑی تھیں سائرہ نے بہت دقتوں سے انہیں سنبھالا تھا اور ان کے پرسکون ہو کر سونے کے بعد ایک بار پھر سعد سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی جو خوش قسمتی سے ہو بھی گیا۔

''صحیح کہتی ہیں اماں۔'' اس نے سلام دعا کیئے بنا چھوٹتے ہی ناراضگی سے کہا تو دوسری جانب وہ حیران رہ گیا۔

''کیا تم بھی۔'' اس کا لہجہ شاکی پن لئے تھا سائرہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

''بھائی اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں اور شاید اب آپ کو ان کی پرواہ نہیں رہی جو آنا تو درکنار فون کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔'' وہ دکھ سے کہتی آواز کو بھیگنے سے نہ بچا پائی۔

''کیا کروں سائرہ یہاں آنے کو جی نہیں چاہتا کس منہ سے آؤں۔'' وہ خجل سا تھا سائرہ کو ازسرِنو افسردگی نے آن لیا۔

''وہاں تمام مسائل سے نظر چرا کر بیٹھ جانا بھی تو حالات کو درست نہیں کر سکتا بھائی آپ گھر آئیں اماں کو منانے کی کوشش کریں شفا کی بھی کچھ خبر ہے وہ کسی درجہ ناراض ہو گی یقیناً سمجھ رہی ہو گی آپ کو اس کی پرواہ نہیں اور وہ ایسا سوچنے میں حق بجانب بھی تو ہے۔'' دوسری سمت وہ اس قدر شرمندہ تھا کہ کچھ بول ہی نہ پایا بھلا سائرہ اس کے بارے میں کیا سوچتی ہو گی اتنا پست کردار تھا اس کا بھائی وہ کیسے بتاتا کہ وہ اپنی ماں بہن اور باپ کا سامنا ہی تو نہیں کر سکتا جبھی یہاں آکر چھپ گیا ہے۔

''بھائی!'' سائرہ نے پکارا۔

''ہوں، ہاں۔'' وہ بری طرح سے چونکتا سوچوں کے بھنور سے ابھرا تھا۔

''پھر کب آرہے ہیں آپ؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''کوشش کروں گا جلد آجاؤں۔'' اس نے یونہی ٹالنے کی غرض سے کہہ ڈالا۔

''کوشش نہیں بھائی عمل چاہیے میں بہت شدت سے انتظار کروں گی گڈ بائے۔'' اس نے مزید کچھ سنے بغیر فون رکھ دیا تھا لبوں کی مسکان پراعتماد تھی کہ وہ اب ضرور آئے گا۔

سائرہ کا اندازہ غلط نہیں تھا اسے آنا پڑا تھا مگر ان سب کے سامنے سے خائف بے تحاشا خفت زدہ تھا اماں منہ پہ چادر ڈالے پڑی رہیں تو اس نے شکایتی نگاہ سمیت سائرہ کو دیکھا جو بے بس سی کھڑی تھی۔

''آپ فریش ہو جائیں بھائی میں کھانا لگاتی ہوں بابا بھی بس آنے والے ہیں۔'' وہ اس خفت کو مٹانے کی غرض سے بلند آواز سے بولی۔

''مجھے بھوک نہیں ہے اپنے کمرے میں ہوں میں پلیز ڈسٹرب نہیں کرنا۔'' وہ بوجھل آواز میں کہتا کمرے سے نکلا تو اماں جو آنکھوں میں ذرا سی جھری بنا کر اسے دیکھ رہی تھیں جھٹکے سے اٹھ بیٹھیں۔

''اونہہ بھوک نہیں ہے اب میں اس کی منتیں کروں تب کھائے گا یا پھر اس بند قدم کو لا کر اس کے پہلو میں بٹھاؤں تب خوش ہو گا مگر سن لو یہ بھول ہے تم سب کی میری بھی ضد ہے بے شک اس کی کوکھ میں پلنے والا بچہ سعد کا خون ہے مگر میں اس غلطی کو معاف نہیں کروں گی کب تک رہے گا ناراض رہ لے مجھے بھی پرواہ نہیں کب تک نہ کھائے گا کھانا بھوک کے سامنے تو اچھے اچھوں کا عشق ہوا ہوتا دیکھا ہے اپنے چھوٹے میاں کیا چیز ہیں۔'' وہ کہتے ہوئے سائرہ کو شدید تاسف میں مبتلا کر گئیں۔

''بس کریں اماں اب رہنے دیں فضول کی ضد اور انا ہے جس کی لپیٹ ہی لے کر آپ دوسروں کا ہی نہیں اپنا بھی نقصان کر رہی ہیں کیا آپ کو بھائی جان پہ ترس نہیں آتا غور سے دیکھا ہے آپ نے انہیں کتنے کمزور ہو گئے ہیں آپ تو ان سے بہت محبت کرتی تھیں اماں خالی خولی دعوے ہی ثابت ہوئے پھر تو۔'' سائرہ طنز سے کہتی پلٹ گئی جب کہ اماں اس کی تیز چلتی زبان پہ جیسے شاکڈ بیٹھی تھیں۔

سب سے پہلے اس نے گھر کا سودہ سلف لانے کا ارادہ کیا تھا سائرہ نے لسٹ بنا کر دی تو بے دلی سے جیب میں رکھ کر بائیک گھسیٹ کر بیرونی دروازے سے نکل رہا تھا جب برابر کے دروازے سے چادر اوڑھے چچی اور شفا آگے پیچھے باہر آئی تھیں وہ اپنی جگہ ٹھٹھک کر یک ٹک اسے دیکھتا چلا گیا زردی مائل بے تحاشا سفید

رنگت آنکھوں تلے موجود حلقوں کے باوجود سیاہ چادر کے پردے میں اس کا پرسوز حسن نگاہ ٹھٹھکائے دیے رہا تھا اس رات کے بعد وہ اسے آج نظر آئی تھی تقریباً چار ماہ بعد اس کی نگاہ میں آپ ہی آپ گہرائی کے ساتھ استحقاق سمٹ آیا تو اگلے ہی پل سرتا پا جائزہ بھی لے ڈالا ہلکے بادامی ڈھیلے ڈھالے لباس میں اس کا نازک سراپا اس کے متوقع تبدیلی کے آثار سمیت خاصا دلکش نظر آ رہا تھا چچی تو اپنے دھیان میں تھیں البتہ شفا نے اسے دیکھ لیا تھا اس ایک نگاہ میں کیا کچھ نہیں تھا بے زاری سرد مہری نفرت اور ناراضگی وہ اس کے اگلے ہی لمحے رخ پھیر جانے پہ بجھے دل سے کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ ماما پلٹیں تو اسے روبرو پا کے لمحہ بھر کو ٹھٹھک گئیں۔

''السلام وعلیکم چچی جان!'' بائیک اسٹینڈ کرنے کے بعد وہ قدم بڑھاتا قریب آ گیا۔

''وعلیکم السلام جیتے رہو۔'' انہوں نے خائف سی نگاہ اس کی پشت پہ موجود بند دروازے پہ ڈال کر آہستگی سے کہا اور شفا کا ہاتھ چھو کر قدم بڑھانے چاہے تو سعد ان کا ارادہ بھانپ کر ہی سرعت سے راہ میں حائل ہو گیا تھا۔

''خیریت ہے چچی جان اس وقت کہاں جا رہی ہیں۔'' اس نے گہرے ہوتے اندھیرے پہ ایک نگاہ ڈال کر آہستگی سے پوچھا اسے جیسے کسی کے دیکھ لیے جانے کی پرواہ ہی نہیں تھی۔

''ہاں بیٹے خیریت ہے بس شفا کی طبیعت ٹھیک نہیں ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں۔'' انہوں نے پہلے سے زیادہ آہستگی سے کہا ان کے لہجے میں موجود یاسیت اور تھکن سعد سے چھپی نہ رہ سکی ایک مجرمانہ سا احساس یکایک ہی اس سے ایک اہم فیصلہ کروا گیا۔

''چچی جان پلیز آپ اندر جائیے مجھے تو آپ کی طبیعت بھی اچھی نہیں لگتی۔''

''مگر بیٹے شفا کی۔''

''ڈونٹ وری اسے میں لے جاتا ہوں آپ جائیں گھر۔'' شفا جو رخ پھیرے سخت جز بز سی کھڑی تھی بری طرح چونکی طرز مخاطب پہ اس کے لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ جھلک دکھلا کر غائب ہوئی تھی البتہ اگلی بات نے چہرے پہ سختی و تنفر پھیلا دیا جسے محسوس کر کے ہی مما نے رسانیت سمیت کہا تھا۔

''نہیں بیٹے تم تکلیف نہ کرو میں خود ہی......''

''چچی جان پلیز میں کہہ رہا ہوں نا کہ آپ جائیے اس وقت آپ کا تنہا جانا مناسب نہیں۔'' وہ کسی قدر نرمی سے انہیں قائل کرنے لگا تو شفا جو تب سے خاموش تھی بری طرح تلملائی ہوئی سرد لہجے میں بولی تھی۔

''مگر ماما مجھے کسی کے ساتھ نہیں جانا ہے آپ کیوں خوامخواہ بحث کر رہی ہیں۔''

''چچی جان آپ اندر جائیے باقی میں دیکھ لوں گا۔'' وہ شفا پہ ایک تیز نگاہ ڈالتا ہوا زبردستی انہیں شانوں سے تھام کر دروازے کے قریب کرنے کے بعد اچانک مڑا تھا۔

''ماما واپس چلیں میں کہیں نہیں جا رہی۔'' وہ پھنکار کر بولی۔ تو سعد جو اس کے تیور دیکھتے ہوئے بامشکل خود پہ ضبط کر رہا تھا کسی طرح بھی مزید اُمڈتے غصے پہ کنٹرول نہ کر سکا شفا کی کلائی سختی سے پکڑ کر ایک ہی جھٹکے سے اسے اپنے قریب کھینچ لیا تھا۔

''آپ جائیے چچی جان جب یہ میرا جرم ہے تو اسے میں ہی بھگتا لوں گا۔''

بائیک پر بیٹھ کر اسے یونہی کلائی سے پکڑ کر اپنے پیچھے سیٹ پہ تقریباً پٹختے ہوئے اس نے اس قدر تلخی سے کہا تھا کہ ماما کے ساتھ ساتھ شفا بھی ایک پل کو گم صم سی ہو گئی۔

''چھوڑو مجھے گھٹیا انسان ایک بار پھر میں تم

سے دھوکہ نہیں کھانا چاہتی۔'' ہوش میں آتے ہی وہ چیخی تھی وہ ان سنی کیئے بائیک اسٹارٹ کرنے کے بعد ہواؤں کے سنگ باتیں کرنے لگا۔

''میں نیچے کود جاؤں گی۔'' وہ ایک بار پھر چلائی اور بے بسی کے شدید احساس سمیت اس کی پشت پہ مکے مارنے لگی وہ جیسے اندھا بہرا بن گیا تھا۔

کلینک سے نکلنے کے بعد وہ اسے گھر لے جانے کی بجائے ریسٹورنٹ میں لے آیا تھا وہ یونہی چپ تھی منہ پھلائے جیسے کلینک میں لاتعلقی سے بیٹھی رہی تھی ڈاکٹر کے تمام سوالوں کے جواب اسے ہی دینے پڑے تھے جو کہ ظاہر ہے صحیح کم غلط زیادہ تھے۔

''آپ کو اپنی وائف کی کنڈیشن کے بارے میں درست معلومات نہیں ہیں کیا آپ دونوں اکٹھے نہیں رہتے۔'' ڈاکٹر کے سوال نے اسے گڑبڑا دیا تھا۔

''نو ایکچوئلی میری پوسٹنگ اسلام آباد ہے یہ یہاں رہتی ہیں اپنے پیرنٹس کے ساتھ۔''

''تو آپ انہیں وہاں لے جائیں شاید یہ جبھی اتنی بجھی بجھی اور خفا خفا نظر آتی ہیں۔'' ڈاکٹر نے مسکرا کر مشورہ سے نوازا تو سعد سر کھجا کے رہ گیا تھا۔

''کیا کھاؤ گی۔'' مینو کارڈ ہاتھ میں لے کر نظر دوڑاتے ہوئے اس کے سراپے پہ تفصیلی نگاہ ڈالتا ہوا بولا تو شفا نے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے منہ پھیر لیا۔

''سو اتنی ناراضگی بھی اچھی نہیں سنا تھا وہ ڈاکٹر کیا کہہ رہی تھی کہ تمہیں میرے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔'' وہ آنکھوں میں مچلتی شرارت لئے پوری طرح اس کی سمت متوجہ تھا۔

شفا کے چہرے پہ جانے کس احساس کے تحت سرخی چھائی تھی لب بھینچتی ہوئی وہ رخ پھیر گئی تھی۔

''شفا سوری ٹو سے یار آخر تم بھول کیوں نہیں جاتی ہو وہ سب مجھے واقعی تمہارے تعاون کی ضرورت ہے پلیز شفا ٹرائی تو انڈرسٹینڈ میں اماں کو منانے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

''مت چھوئیں مجھے مت چھوئیں مجھے ابھی اپنی پہلی تذلیل تو بھول جانے دو۔'' وہ جیسے کرنٹ کھانے کے انداز میں اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکال کر چیختی رو پڑی تو سعد سٹپٹا کر رہ گیا۔

''آئی ایم سوری پلیز تم چپ تو کرو دیکھو لوگ متوجہ ہو رہے ہیں کیا سوچیں گے ہمارے بارے میں۔'' وہ اپنی آکورڈ پوزیشن کے خیال سے بوکھلایا جا رہا تھا۔

''بہت خیال ہے اپنی پوزیشن کا اور میرے بارے میں کیوں نہ سوچا سعد اللہ ایک بات یاد رکھنا میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' وہ سسکیاں روکتی آنسو پونچھ کر بھیگے گلے سمیت بولی تو سعد ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گیا۔

''نہ کرنا معاف لیکن پلیز ٹینشن فری ہو جاؤ۔''

''کیسے ہو جاؤں ٹینشن فری تم نے جو کیا اس کے بعد میں ایسا چاہوں بھی تو نہیں کر سکتی۔'' وہ ایک بار پھر بھڑک گئی تھی۔

''شفا یہ ہماری ناجائز اولاد نہیں ہے میں جانتا ہوں آئی نو کہ اس میں ہنڈرڈ پرسنٹ قصور میرا ہے مگر شفا اگر میں کہوں کہ......''

''مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننا۔'' تو وہ نفرت زدہ لہجے میں بولی۔ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی تو سعد لب بھینچے جیسے سرخ ہوتی آنکھوں سمیت اس کا انداز دیکھتا اپنا ضبط آزما گیا تھا۔

''ابھی اور اسی وقت واپس چلو ورنہ میں

اکیلی.....

''نہیں اس کی ضرورت نہیں میں چل رہا ہوں۔'' وہ اٹھ کر اس سے پہلے باہر نکل گیا تھا۔

جانے سے پہلے وہ جانے کیا سوچ کر ان کے پورشن میں چلا آیا تھا دستک کے جواب میں دروازہ ماما نے کھولا اور اسے دیکھ کر چپ سی ہو گئیں۔

''بیٹے بہتر ہے کہ تم سب کچھ ویسا ہی رہنے دو جو پہلے تھا تمہارے یہ التفات ہم پہ زندگی کے دروازے مزید تنگ کرنے کا باعث بنیں گے۔'' اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر انہوں نے کس قدر رسانیت سمیت کہا تو اس کے بڑھتے قدم مارے تذلیل کے وہیں جم گئے کئی ثانیوں تلک وہ کچھ بولنے کے قابل نہ ہو پایا تھا۔

''آئی ایم سوری چندا مگر میں مجبور ہوں۔'' اس کی طویل خاموشی کو محسوس کرنے کے بعد ماما نے کسی قدر خجالت سمیت کہتے اس کا کاندھا چھوا تب وہ جیسے اس احساس سے نکلتا خود کو نارمل کر گیا۔

''میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں چچی جان کہ میری وجہ سے۔''

''اٹس آل رائیٹ بیٹے چھوڑو اس ٹاپک کو۔'' انہوں نے نرمی سے ٹوکا تو سعد ایک بار پھر چپ کا چپ رہ گیا۔

''کون ہے مما؟'' لاپرواہی سے دوپٹہ سائیڈ پہ کر کے وہ اپنے دھیان میں باہر آئی تھی اسے دیکھ کر لمحہ بھر ساکت ہوئی شاید اس کی آمد کی توقع نہیں تھی۔

''گزرا ہوا وقت اگر واپس لانے پہ قادر ہوتا چچی جان تو میں اس ایک رات کو واپس لے آتا اور اس میں جو مجھ سے کوتاہی ہوئی۔''

''ماما انہیں کہیں کہ اس قسم کی فضول بات کو بار بار دہرا کر یہ اگر اپنی کوتاہی پہ پردہ ڈالنا چاہتے ہیں تو۔''

''شفا جاؤ تم اندر۔'' ماما نے سرزنش کے انداز میں ٹوکا تو شفا جھٹکے سے پلٹ کر اندر چلی گئی۔

''مجھے اپنی تمام خطاؤں کا اعتراف ہے چچی جان مگر کیا کروں میری پوزیشن اس قدر آکورڈ ہے کہ کسی کو بھی نہ تو اب اپنا اعتماد سونپ سکتا ہوں نہ ازالے کی پوزیشن میں ہوں اور شاید میری غلطی کی یہی سزا بھی ہے جو میں بھگت رہا ہوں۔''

''یہ رکھ لیں آئی ایم سوری کہ مجھے اس سے پہلے خیال نہیں آیا ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا۔'' بند لفافہ ان کی جانب بڑھاتا وہ آواز کی نمی پہ قابو نہ پا سکا تو ماما نے بے اختیار اس کا بازو پکڑ کر تسلی کے انداز میں تھپکا تھا۔

''میں تم سے خفا نہیں ہوں بیٹے شفا کی خفگی بھی وقتی ہے پریشان نہیں ہونا حالات ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے۔'' وہ لب بھینچ کر خاموش کھڑا رہا۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے زبردستی لفافہ ان کے ہاتھ میں دیا تب وہ چونکیں۔

''کچھ رقم ہے پلیز چچی جان انکار مت کیجئے گا اور ہاں اس میں سیل فون بھی ہے رکھ لیں میں فون کرتا رہوں گا۔''

''لیکن بیٹے۔'' ماما جھجکیں۔

''پلیز چچی جان یہ میرا فرض ہے مجھے اس سے محروم نہ کریں۔ شفا اب میری ذمہ داری ہے۔'' وہ محبت سے بولا تو ماما نے بنا کچھ کہے لفافہ تھام لیا جب کہ وہ یاسیت بھری ایک نگاہ شفا کے کمرے کے بند دروازے پہ ڈالتا پلٹ گیا تھا۔

خالہ نے جانے کیسے شفا کو سعد کے ساتھ کلینک میں دیکھا تھا کہ آ کر اماں کو خاصے پرجوش انداز میں مبارک باد دینے کے بعد بولی تھی۔

''اچھا کیا آپا آپ نے ان بیچاریوں کو معاف کر دیا۔''

''نوج میں نے کس کو معاف کر دیا کہ مجھے خود خبر نہیں۔'' اماں اچھل کر رہ گئی تھیں۔

''اپنی بہو کو اور کس کو اس رات میں دوا لینے گئی تو دونوں کلینک سے نکل رہے تھے۔'' خالہ ذرا سی حیران ہوئی تھیں ان کی بے خبری پر۔

''اے کون دونوں کس کی بات کر رہی ہو۔'' انہوں نے عینک کے پیچھے سے خالہ کو اچھا خاصا گھورا۔

''شفا اور سعد کو اور کس کو۔'' وہ بیچاری حیران سی ہو گئیں۔

''کیا؟'' اماں کے ہاتھ سے سروتا چھوٹ گیا۔

''باولی ہو گئی ہو اختری دن میں خواب تو نہیں دیکھا۔'' انہوں نے منہ بند کر کے انہیں لتاڑا تو خالہ کچھ ہٹپٹائیں اپنی حماقت کا بھی احساس ہوا تھا۔ کہ کچھ غلط کر بیٹھی ہیں جان چھڑانا چاہی مگر کہاں اور ساری بات جانتے ہی اماں نے طوفان برپا کر دیا ایک بار پھر دنگل ہوا تھا۔

''لو سن لو بڑی تعریفیں ہو رہی تھیں اس لومڑی کی دیکھا کیا دیدہ دلیری ہے اس کی یہ گل کھلانے کے بعد دھڑ لا دیکھو اس کے، میں بھی کہوں کہاں سعد آتا نہیں اور کہاں آ بھی گیا اور رہا بھی۔''

''ارے واہ ہماری ناک تلے ایسا کھیل کھیلا جاتا رہا اور ہمیں خبر تک نہیں ہو سکی۔'' وہ باقاعدہ دہائی دے رہی تھیں سائرہ نے بھرپور شاکی نگاہ خالہ پہ ڈالی اور جھٹکے سے اٹھ کر چلی گئی جب کہ خالہ پہلے ہی شرمندہ تھیں کچھ مزید شرمندہ نظر آنے لگیں۔

سعد نے ایک دو بار نہیں سیل فون پہ متعدد بار رابطہ کر کے شفا سے بات کرنا چاہی تھی مگر وہ ہر بار ہی سختی سے انکار کرتی رہی۔ ماما کے سمجھانے بجھانے کے باوجود تو سعد جو آنا تو بھولا ہی تھا فون کرنے کے معاملے پہ بھی خاموشی اختیار کر لی البتہ لگی بندھی رقم وہ ضرور ہر ماہ بھجواتا رہا جس کے متعلق وہ ہنوز لاعلم تھی یقیناً ماما نے کسی مصلحت کے تحت ہی اسے بے خبر رکھا تھا۔

وقت کچھ اور آگے سرکا تھا زندگی پہ چھایا جمود ہنوز قائم رہا سبھی اپنی ضد پہ قائم تھے اماں نفرت پہ اڑی تھیں تو شفا انا و ضد پہ اور سعد وہ تو اپنی غلطی کی سزا بھگت رہا تھا سعد ان دونوں کی طرف منتظر نگاہوں سے دیکھتا رہتا۔ اس دوران سائرہ کی شادی کی تاریخ طے ہو گئی تو اماں نے فون کر کے سعد کے ایک بار پھر لتے لے ڈالے ذمہ داریوں سے غفلت کے طعنے محبت میں اندھے ہو جانے کا الزام اور شفا کے عشق میں آنکھوں پہ بندھی پٹی کھول لینے کی ہدایات اس نے سب کچھ بہت خاموشی سے سنا اور ضبط سے برداشت کیا تھا تاریخ مقرر ہوئی تو شادی سے چند دن پہلے ہی آ گیا اور بھرپور کوشش سمیت اماں کی شکایات دور کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ پھر بھی جیسے اس سے ناراض ہی تھیں کہ ان دنوں ان پہ پورے خاندان والوں کا پریشر تھا بقول تمام رشتہ داروں کے انہیں شفا کو گھر لانا چاہیے تھا یہی وہ بات تھی جو اماں کو ہرگز گوارا نہ تھی سعد کی موجودگی میں پورے خاندان کے بزرگوں کی چند ایک میٹنگز ہوئی تھیں۔

جو اماں کی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث کا شکار ہوئیں مگر مہندی کے روز ہونے والی میٹنگ میں فتح سعد کے جذبوں نے حاصل کی تھی کہ کسی نہ کسی طرح بھی سہی مگر وہ لوگ اماں کو اس بات پہ قائل کرنے میں کامیاب رہے تھے کہ شفا اور

چاچی تو کم از کم شادی میں شرکت ضرور کرنی چاہیے اور انہیں منانے اماں جائیں گی اماں تو بدک گئی تھیں البتہ بابا جان گئے یہی وجہ تھی کہ مہندی کی تقریب میں ماما موجود تھیں بڑے ابا کے صرف ایک بار کہنے پہ ہی وہ اٹھ کر ساتھ ہو لی تھیں البتہ شفا نے وقتی طور پہ یہ کہہ کر ساتھ آنے سے انکار کر دیا تھا کہ وہ تیار ہو کر آئے گی سعد کی نگاہوں میں اسے نا پا کر جو مایوسی کے رنگ اترے وہ سائرہ کی زیرک نظروں سے مخفی نہ رہ پائے اور جب وہ وعدے کے مطابق دو گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی نہیں آئی تو سائرہ خود چپکے سے اٹھ کر اس کے پاس آ گئی تھی اسے قائل کر کے وہاں لانے کا مرحلہ بہت کٹھن تھا جو اس نے طے کر لیا تھا اپنی تیاری کے باوجود وہ خود اسے تیار کر رہی تھی یلو ساڑھی اس نے زبردستی اسے پہننے پہ مجبور کیا تھا۔

''مجھے نہیں پہننا یہ بھلا اچھی لگے گی مجھے آخر کیا بنانے پہ کمر بستہ ہو تم مجھے۔'' وہ خوامخواہ خفا ہو رہی تھی۔

''بھائی جان خوش ہوں گے۔'' اس کی سرگوشی پر وہ بھرپور خفگی کا تاثر دیتی نظروں سے اسے گھورنے لگی تھی۔

''اس قسم کی باتیں کرو گی تو میں ابھی واپس چلی جاؤں گی۔'' اس نے دھمکی دی تھی۔

''اتنی خفا ہو ان سے۔'' سائرہ نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی۔

''خفگی اپنوں سے ہوا کرتی ہے میرا تمہارے بھائی سے کوئی تعلق نہیں۔'' اس نے نروٹھے پن سے کہا تو سائرہ نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا۔

''شفا پلیز۔''

''سائرہ چینج دس ٹاپک۔'' اس نے اچاٹ لہجے میں کہا تو سائرہ ٹکر ٹکر اسے دیکھتی رہ گئی۔

''بی ہیو یور سیلف شفا تم۔''

''سائرہ میری شرٹ تم نے پریس کروائی۔''

تبھی براؤن جینز پہ بلیک بنیان پہنے سعد عجلت بھرے انداز میں اندر آیا تھا پیلی ساڑھی میں میچنگ گولڈ کی جیولری اور غضب کا روپ ڈھائی شفا کو دیکھ کر وہ جہاں کا تہاں رہ گیا نگاہ ساکن رہ گئی تھی جب کہ شفا نے لمحے کے ہزارویں حصے میں اپنی نگاہ پھیر کر چہرے کی ناگواری کو چھپانے کی ضرورت کو محسوس نہ کیا تھا سعد کے دل پہ جیسے گھونسہ لگا تھا تاثرات سے چھلکتی نفرت اس کے اندر تک یاسیت بھر گئی۔

''آئی ایم ساری۔'' معاً وہ پلٹا تھا اور سرعت سے باہر نکل گیا سائرہ ملامتی نظروں سے دیکھتی اس کے پیچھے بھاگی تھی جب کہ شفا تھکے تھکے انداز میں وہیں بیٹھ گئی سعد کا دھواں ہوتا چہرا اس نے بھی دیکھا تھا اب جانے کیوں اس کے اپنے اندر بھی غبار سا بھر رہا تھا۔

تقریب کے دوران شفا نے کسی بھی موقع پہ آگے ہونے کی کوشش نہیں کی چہرے پہ لاتعلقی و بےزاری کا ٹائٹل سجائے ایک سائیڈ پہ بیٹھی رہی سعد نے حیرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا اور اپنی بے اختیاری کو کوستا دل میں ملامت کرتا رہا ایک ذرا سی غلطی عمر بھر کا پچھتاوا بننے جا رہی تھی جانے اب وہ کبھی اسے وہ مقام دے بھی پائے گی یا نہیں جب کہ اماں نے شفا کے اس انداز کو سراسر اپنی توہین سے تعبیر کیا تھا جبھی سائرہ کی رخصتی تک ان کا موڈ کچھ مزید خراب ہو چکا تھا سائرہ مکلاوے کے بعد اسپیشلی شفا سے ملنے ان کے پورشن میں آئی تھی۔

''کل بھائی جا رہے ہیں۔'' ادھر ادھر کی چند باتوں کے بعد اس نے آہستگی سے بتایا۔

''کیا تم یہی بات بتانے آئی تھیں۔'' وہ تیکھے چتونوں سے بولی تو سائرہ کچھ دیر تک

خاموشی سے اسی دیکھتی رہ گئی تھی پھر گہرا سانس کھینچ کر بولی۔

''ان کی پوسٹنگ اسکردو ہو رہی ہے مجھے لگتا ہے انہوں نے خود کہہ کر......''

''سائرہ ہم کوئی اور بات بھی کر سکتے ہیں۔'' وہ سختی سے ٹوک کر بولی تو سائرہ کو ایک بار پھر چپ لگ گئی تھی۔

''میرا ایک ہی بھائی ہے اماں بابا کا ہی نہیں ہم سب کا بھی بے حد لاڈلا چہیتا رہا ہے جانے کیا ہو گیا کہ اس کے ستارے گردش میں آ گئے۔''

''کیا تمہارے دل میں ان کے لئے اتنی سی بھی گنجائش نہیں۔'' انگشت شہادت اور انگوٹھے کے درمیان انچ بھر کا خلا چھوڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''اگر میں کہوں نہیں تو۔'' وہ ازحد اطمینان سے بولی تو سائرہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

''اگر تمہیں یاد ہو تو تمہیں ان سے محبت تھی پھر اب۔''

''تب مجھے یہ پتہ نہیں تھا کہ وہ اس قدر سطحی سوچ کا مالک ہو گا اس قدر ہلکے کردار کا۔'' وہ برس ہی پڑی۔

''انہوں نے تمہارے ساتھ کوئی غلط تعلق نہیں باندھا نکاح ہو چکا تھا۔'' سائرہ کو سخت غصہ آ گیا چہرا سرخ ہو رہا تھا جی تو چاہا تھا اس ضدی لڑکی کا منہ تھپڑوں سے لال کر کے دماغ ٹھکانے لگا دے۔

''صرف نکاح ہوا تھا رخصتی نہیں۔'' وہ حلق کے بل چیخی تو سائرہ نے خائف ہی ہو کر کھلے دروازے کو دیکھا عاطف اس کے ساتھ ہی آیا تھا اور باہر چچی کے پاس بیٹھا تھا اس نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا پھر شفا کی طرف پلٹی جو خود پہ ضبط کرتی بھینچے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''میرے بارے میں سوچا کیا عزت رہ گئی خاندان میں خاندان سے باہر محلہ بھر میں ہر جگہ۔''

وہ ہاتھوں میں چہرا ڈھانپ کر روئی تو سائرہ بے بسی کے شدید احساس سمیت اسے دیکھتی رہ گئی تھی اب اسے لگا تھا جیسے سارا قصور واقعی اس کے بھائی کا ہی ہو۔

اسکردو اس کی پوسٹنگ ہوئے تین ماہ ہو چکے تھے اور وہ اس قدر بد دل تھا کہ اس دوران ایک بار بھی پلٹ کر واپس نہ گیا یہاں کے موسم کی طرح اس کے احساسات بھی جیسے سرد اور جامد سے ہو گئے تھے شفا کو فون کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ البتہ اماں کو ضرور ایک دو بار فون کیا تھا وہ بھی سائرہ کے احساس دلانے پہ مگر انہوں نے جو بات کی وہ اس کا فون جلا کے رکھ گئی تھی۔

''اپنا تبادلہ اپنے ہی شہر میں کروا لے اب میں تیری دلہن کو گھر لا رہی ہوں۔'' ان کی چہکتی آواز پہ اس کا دل صحیح معنوں میں ایک پل کو دھڑکنا بھول گیا۔

''اماں اور اپنی ضد چھوڑ دیں یہ تو ممکن ہی نہ تھا پھر ایسا کیا ہوا اچانک۔''

مگر اماں کی اگلی بات نے اس کا دماغ بھک سے اڑا دیا۔

''بتا سعد پتر فرخندہ اچھی لڑکی ہے میری تو پہلے ہی خواہش تھی اسے تیری دلہن بنانے کی مگر ان ڈائنوں نے آ کر جانے کیا سحر پھونک دیا مجھ پہ۔'' اور ریسیور پہ سعد کے مضبوط ہاتھ کی گرفت اتنی سخت ہو گئی تھی کہ ریسیو چٹخنے کے قریب جا پہنچا اسے سانولی سلونی تیز طرار سی فرخندہ یاد آ گئی سائرہ کی شادی میں اس کی اس کزن کی تمام تر ادائیں اور توجہ اس کے لئے ہی تھی وہ چونکا تو تھا مگر اس قدر ڈسٹرب تھا کہ مزید اس پہ غور نہ کر سکا اور اب اماں کی یہ بات اس کا خون کھولا رہی تھی مزید ایک لفظ بھی کہے اس نے فون بند کر دیا تو

چند دن بعد اماں کا ایک بار پھر فون آ گیا تھا۔

''تم جلدی آنے کی کوشش کرو میں تمہاری نسبت فرخندہ سے طے کر رہی ہوں شادی تمہارے آنے پہ۔''

''اور شفا اس کے بارے میں کیا سوچا۔'' وہ مقدور بھر تلخی سے بولا۔

''بھاڑ میں جائے وہ۔'' اماں جیسے سخت بد مزا ہوئی تھیں اس کے منہ سے یہ ذکر سن کر۔

''فار گاڈ سیک اماں وہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے ایک تو پہلے ہی میری طرف سے اس کے ساتھ زیادتی ہو گئی رہی سہی کسر آپ پوری کر رہی ہیں۔'' وہ جیسے زچ ہو گیا تھا۔

''تو اور کیا ہار پھول پہناؤں اسے۔'' انہوں نے الٹا اسے لتاڑا تو کچھ دیر وہ لب بھینچے غصہ کنٹرول کرتا رہا تھا۔

''اماں ایک بات آپ لکھ کے رکھ لیں کہ مجھے فرخندہ سے شادی نہیں کرنا میری شادی ہو چکی ہے اب آپ خود سمجھ دار ہیں کہ ماموں سے رشتے کی بات کر دیں گی یا نہیں میں آپ کا نا فرمان نہیں بننا چاہتا تھا جبھی شفا والے ایشو پہ کوئی ایکشن نہیں لیا مجھے آپ کو خفا نہیں کرنا تھا کیونکہ میں جانتا ہوں اگر آپ کو خفا کیا تو خود بھی چین سے نہیں رہ سکتا اب بھی چین سے تو نہیں ہوں مگر میرے اندر یہ مجرمانہ احساس بھی کچوکے نہیں لگاتا کہ آپ کو دکھ دیا ہے۔ شفا کے ساتھ زیادتی کی ہے خود بھی جل کڑھ رہا ہوں آپ تو خوش ہیں نا ہماری کوئی بات نہیں اور ہاں ایک بات اور اگلے ہفتے میں آؤں گا آپ سے ملنے۔''

''اب بھی نہ آنا۔'' انہوں نے اس کی بات کاٹ کر خفگی کا تاثر دینا چاہا وہ عجیب سے انداز میں ہنس پڑا۔

''ٹھیک ہے نہیں آتا۔'' اور اگلے ہی لمحے فون بند کر دیا اماں گم صم سی بیٹھی رہ گئی تھیں۔

کہاں وہ بے تحاشا محبتیں کہاں یہ انتہا کی نفرتیں
عجب وحشتوں کا رشتہ تیرے میرے درمیان ہے

موسم بدلا تھا اور ساتھ میں کئی ہفتے، مہینے اپنے ساتھ لے گیا سعد کے متعلق کوئی اطلاع نہیں تھی۔ شفا نے ایک صحت مند اور خوبصورت بچی کو جنم دیا جس نے تمام نقوش باپ سے چرا لئے تھے شفا نے دیکھا تو آنکھیں جانے کسی احساس سے بھیگ گئی تمام تر نفرتوں عداوتوں کے باوجود بھی وہ اس دوران اس دشمن جاں کو سوچتی رہی تھی شاید اسی لئے اس کی بچی اس کا عکس لئے تھی۔

بچی دوسرے دن کی تھی جب بڑے ابا دوکان پہ جاتے ہوئے کھڑے کھڑے چلے آئے شفا کی آنکھ ان کی آواز پہ کھلی تھی بچی کو پیار کرتے ہوئے وہ اسے دیکھ کر بھیگی آنکھوں سے مسکرائے تو شفا سنبھل کر اٹھ بیٹھی۔

''کیسی ہے ہماری بیٹی۔'' وہ کیا کہتی محض سر جھکا کر لب کاٹ کر رہ گئی۔

''صرف میرا بیٹا ہی نہیں خود بھی تمہارا مجرم ہوں بیٹا ہو سکے تو ہمیں معاف کر دینا۔'' ان کی آواز بھرا گئی تھی شفا مضطرب سی ہو گئی اتنا لمبا چوڑا وجود اور ایسا بے بس بنا پھرتا ہے کہ کوئی فیصلہ ہی نہ کر پایا۔

''بیٹے وہ ماں کے سامنے مجبور ہے ہو سکے تو اسے معاف کر دینا۔'' انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر افسردگی سے کہا پھر پانچ ہزار کا نوٹ بچی کے سرہانے رکھتے آہستگی سے پلٹ کر چلے گئے جب کہ شفا کی آنکھوں میں جیسے ساون کی جھڑی آ لگی تھی کیا تھی اس کی زندگی خزاں نے جیسے آ کر دل پہ اپنا تسلط جما رہا تھا پتہ نہیں اب کبھی بہار کی نوید ملنا تھی یا نہیں۔

وہ اچانک ہی چلا آیا تھا بنا کسی اطلاع کے اماں تو دیکھتے ہی کھل اٹھیں سارا دن پورے گھر کی خاموشی اور ویرانی انہیں کاٹ کھانے کو دوڑتی رہیں بابا دوکان سے آ کر کھانا کھانے کے بعد نماز پڑھتے اور سو جاتے وہ کچھ بات کرتیں تو مختصر جواب وہ دیتے جیسے اس تنہائی سے پاگل ہونے کو تھیں کہ وہ بہار کا جھونکا بن کر آ گیا معاً کسی خیال سے چونکتے ہوئے مشکوک نظروں سے دیکھا پھر طنز سے بولی تھیں۔

''کیسے آئے خیریت۔'' وہ بری طرح چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

''کیا اب میں اپنے گھر بھی نہیں آ سکتا اس کے لئے بھی کوئی وجہ ہونی چاہیے۔'' وہ شاکی نظر آیا۔

''بہت بڑی وجہ تو پڑوس میں ہے اس کے فون پہ بھاگے آئے ہو۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں تو سعد متحیر سا بیٹھا رہ گیا۔

''بیٹی اور مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔'' اس کے اندر جیسے اداسی بارش کی طرح قطرہ قطرہ گرنے لگی اماں اس کے لئے کھانا گرم کر کے لائیں تو دونوں بازو سر کے نیچے رکھے وہ جانے کون سی سوچ میں گم تھا ہونٹوں میں دبا سلگتا ہوا سگریٹ اماں کے لئے کسی شاک سے کم ہرگز نہیں تھا۔

''سعد نے تو کب سے اس آگ سے کھیلنا شروع کر دیا۔'' انہوں نے ٹرے رکھ کر جھپٹنے کے انداز میں سگریٹ اس کے ہونٹوں سے الگ کر کے دور پھینکا تھا وہ یوں چونکا جیسے ابھی ابھی ان کی آمد سے باخبر ہوا ہو۔

''بولتا نہیں تو۔'' اماں نے جھڑکا تو اس کے چہرے سے بے بسی کا اظہار چھلکا اماں نے تاسف بھری نظروں سے اس کا سر تا پا جائزہ لیا شکن آلود کاٹن کا لباس بڑھی شیو بکھرے بالوں اور ماند پڑتی رنگت سمیت پہ ان کا سعد تو نہ تھا ان کے دل پہ جیسے کس نے بے دردی سے خنجر پھیر دیا۔

''سعد پتر کیا ہو گیا تجھے اپنا خیال نہیں رکھتا۔'' انہوں نے تڑپ کر اس کا چہرا ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا وہ پھیکے سے انداز میں ہنس دیا۔

''ایسی بات نہیں اماں سفر سے آیا ہوں نا بس تھک گیا ہوں۔'' اس نے جیسے انہیں ٹالا تھا۔

''سگریٹ کب سے پینا شروع کیا۔'' انہوں نے اس کے لبوں کے سیاہ پڑتے گوشوں کو دیکھا۔

''کبھی کبھار پی لیتا ہوں۔'' نگاہ چراتا ہوا وہ صاف جھوٹ بول رہا تھا۔

''بہت محبت کرتا ہے تو بیوی سے اور ماں اس کی پرواہ نہیں۔'' اس کی حالت دیکھ کر وہ موم کی طرح پگھلی تھیں مگر ناراضگی ہنوز تھی۔ سعد نے بھرپور خفگی سمیت انہیں دیکھا۔

''اب یہ الزام تو نہ لگائیں اماں صرف آپ کی خاطر ہی تو خود پہ جبر کرتا رہا ہوں۔'' اس نے جیسے جتایا تھا۔

''صرف آپ کی خاطر اماں میں نے اسے نظر انداز کیا اگر ایسا نہ ہوتا تو اگر وہ یہاں نہیں تو وہاں ہوتی میرے ساتھ مگر میں آپ کو ناراض نہیں کر سکا کیونکہ میں جانتا ہوں بیوی تو اور مل جائے گی ماں نہیں۔'' وہ بھینچے ہوئے لہجے میں کہتا تیزی سے اٹھ کر چلا گیا۔ اماں جیسے اسی زاویے پہ بیٹھیں اس کے الفاظ پہ غور کر رہی تھیں۔

اگلی صبح اماں کچن میں سعد کے لئے ناشتہ بنا رہی تھیں جب وہ نہایا دھویا نکھرا نکھرا تیار وہیں چلا آیا۔

''اماں ناشتہ اگر میرے لئے بنا رہی ہیں تو

رہنے دیں۔''

''کیوں؟'' اماں نے پراٹھا بیلتے ہوئے پلٹ کر اسے دیکھا۔

''جا رہا ہوں۔''

''کہاں؟'' فریش شیو نے اسے خاصا دلکش روپ بخشا تھا۔

''ظاہر ہے اماں واپس جا رہا ہوں ڈیوٹی پہ۔'' وہ اتنا خفا تھا کہ نظر ملا کے بات نہیں کر رہا تھا۔

''آرام سے بیٹھ اور ناشتہ کرو جانا تو مجھے بھی ہے کہیں تیرے ساتھ پہلے وہ کام نپٹا لے پھر بے شک چلے جانا۔'' انہوں نے دھونس بھرے انداز میں کہا تو سعد لب بھینچ کر رہ گیا پھر اماں نے اسے ناشتہ کروایا اس کے بعد کچن سمیٹ کے خود تیار ہونے چل دیں وہ لاؤنج میں اخبار پکڑے سوچنے لگا۔ اماں پتہ نہیں اب اسے کہاں لے جانے والی ہیں کاش میں بھی تھوڑا بے حس ہوتا تو آج اس طرح مشکلات میں تو نہ الجھتا اسے خود پہ غصہ آئے جا رہا تھا کچھ رات ہونے والی توہین کا احساس سلگا رہا تھا جب وہ گیا شفا واش روم سے نہا کر نکلی تھی وہ چچی کے ساتھ بیٹھا ان کی گود میں لیٹی بچی کے رخسار کو چھو کر پیار کر رہا تھا اسے دیکھ کر یکلخت کھڑا ہو گیا۔

''مما یہ یہاں کیوں آئے ہیں۔'' وہ اسے دیکھتے ہی چیخی۔

''شفا یہ کیا بدتمیزی ہے۔'' مما نے صورتحال کی سنگینی کو محسوس کر کے اسے ڈانٹا۔

''انہیں کہیں مجھے ان کی صورت بھی نہیں دیکھنا جائیں یہاں سے۔'' وہ اثر لئے بنا بدتمیزی سے بولی تو سعد کا چہرا بے تحاشا سرخ ہوا تھا۔

''شفا میری بات سنو۔''

''سنا نہیں آپ نے چلے جائیں یہاں سے۔''

''آئی ہیٹ یو۔'' وہ مٹھیاں بھینچ کر چیخی تھی

وہ مزید کھڑا نہیں رہ سکا اور جھٹکے سے مڑ کر باہر نکلتا چلا گیا تھا ایسا شدید ری ایکشن کو اس نے کبھی نہیں دیا تھا۔ سعد رات سے ہی بے حد اپ سیٹ تھا جبھی اب واپسی کا فیصلہ کر لیا تھا وہ اندر سے جیسے بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا تھا شفا اس سے نفرت کرتی ہے یہ احساس ہی اس کے اندر تاریکیاں بھر رہا تھا۔

''چلو سعد۔'' اماں کی آواز نے اسے خیالات کے بھنور سے نکالا تب وہ چونکتا ہوا اٹھ کھڑا ہو گیا۔

ہلکے انگوری چکن کے سوٹ میں اماں سلیقے سے بال بناتے بالکل تیار تھیں دروازہ بند کرتے دیکھ کر اس نے بائیک کی چابی اٹھانی چاہی تو انہوں نے روک دیا وہ تب بھی چپ رہا تھا مگر جب بیرونی دروازے سے نکل کر اماں نے انیکسی کے دروازے پہ دستک دی تو وہ چپ نہیں رہ پایا۔

''اماں!'' حیرت کی زیادتی سے صرف یہی ایک لفظ اس کے پھڑ پھڑاتے لبوں سے آزاد ہو پایا تھا۔

''مجھے اپنی انا تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ پتر مت ماری گئی تھی جو ضد اور نام نہاد نفرت میں اندھی ہو گئی کہ اپنے بیٹے کو زندگی سے دور ہوتا نہ محسوس کر سکی تمہاری خاطر تو میں کچھ بھی کر سکتی ہوں یہ تو کچھ بھی نہیں۔'' انہوں نے محبت سے کہتے ہوئے اس کے مضبوط شانے کو تھپکا تو وہ تب بھی کچھ بولنے کے قابل نہ تھا چچی کا ردعمل بھی اس سے کچھ الگ نہ تھا حیرت غیر یقینی اور آخر میں بے تحاشا خوشی وہ ان کے ساتھ شفا کے کمرے میں نہیں گیا باہر برآمدے میں ہی کین کی کرسی پہ بیٹھ گیا اندر کیا مذاکرات ہوئے اماں نے شفا کو کیونکر قائل کیا وہ قطعی لاعلم رہا تھا میگزین کی ورق گردانی کرتا سوچوں میں الجھا رہا۔

''بیٹے اندر آؤ نا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو۔''

مما کی آواز پہ وہ سیدھا ہوا تھا اور محض سر ہلا کر اٹھ گیا اندر قدم رکھتے ہی اسے جھٹکا لگا تھا بچی اماں کی گود میں تھی اور شفا ان کے پہلو سے لگی مسکرا کر دادی پوتی کی محبت کے مظاہرے کو دیکھ رہی تھی اتنی جلدی مطلع صاف ہو جانے کی اسے قطعی امید نہیں تھی۔ جبھی حیران ہونا فطری تھا اس کی نگاہوں کی تپش کو محسوس کر کے ہی شفا نے پلکیں اٹھائی تھیں اور اسے روبرو پا کے چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی سعد نے سرعت سے نگاہ کا زاویہ بدل ڈالا۔ اماں اسے پکار رہی تھیں جب کہ وہ نظر انداز کرتا تیزی سے پلٹ کر نکلتا چلا گیا۔

اماں پورے اعزاز کے ساتھ اسے واپس لے آئی تھیں درمیان کی دیوار گرنے سے قبل دلوں کی دیواروں کو گرایا گیا تھا۔ آپا اور سائرہ بھی اپنے شوہروں بچوں کے ساتھ آئی تھیں اور کل ہی واپس گئی تھیں سب کچھ بظاہر ٹھیک ہو چکا تھا اماں سارا دن پوتی کے ساتھ مصروف رہتیں جب کہ شفا اس کے موڈ سے خائف کچھ ریزروسی ہو کر رہ گئی تھی۔

''اماں مجھے کل جانا ہے۔'' اس نے گویا اطلاع دی تھی۔

''تو کیا شفا کو بھی لے جائے گا۔'' شفا نے اس اطلاع پہ چونک کے دیکھا تھا۔

اماں کے سوال پہ جیسے تمام حیات آنکھوں میں سمٹ آئیں۔

''نہیں اپنے ساتھ کیوں لے جاؤں گا انہیں تو آپ اپنی تنہائی دور کرنے کے لئے لائی ہیں۔'' وہ بظاہر ہنس کر کہتا وہاں سے اٹھ گیا تھا شفا اندر آئی تو سعد بیگ میں کپڑے رکھنے کے بعد ضرورت کی اشیاء رکھنے میں مصروف تھا۔

''مجھ سے کہہ دیا ہوتا میں پیکنگ کر دیتی۔''

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیے

ابنِ انشاء

اردو کی آخری کتاب	135/-
خمار گندم	200/-
دنیا گول ہے	225/-
آوارہ گرد کی ڈائری	200/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	200/-
چلتے ہو تو چین کو چلئے	130/-
نگری نگری پھرا مسافر	175/-
خط انشاجی کے	200/-
بستی کے اک کوچے میں	165/-
چاند نگر	165/-
دل وحشی	165/-
آپ سے کیا پردہ	250/-

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو	200/-
انتخاب کلام میر	160/-

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر	160/-
طیف غزل	120/-
طیف اقبال	120/-

لاہور اکیڈمی، چوک اُردو بازار، لاہور

فون نمبرز: 7321690-7310797

وہ ہمت کرکے قریب آئی۔

''اس سے پہلے بھی میں اپنا کام خود کرتا رہا ہوں۔'' اس نے جیسے جتایا تھا۔

''پہلے کی بات اور تھی۔'' وہ جھک کر بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے بولی۔

''میرے لئے کچھ نہیں بدلا سب کچھ پہلے جیسا ہے۔'' وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر بیگ اٹھا کر سائیڈ پہ رکھتا ہوا تنی سے کہہ گیا وہ سن کھڑی رہ گئی تھی۔

''ابھی تک خفا ہیں۔'' اس نے انگشت شہادت سے اپنے سینے کی سمت اشارہ کیا۔

''میں تو خفا نہیں تھا نہ ہوں خفا تو تم نہیں اب پتہ نہیں کیا ہو گیا کیونکہ معاف کر دیا تم نے مجھے۔'' وہ زہر خند سے بولا۔

''سعد!'' وہ سسکی تھی۔

''کیا اتنا بھی میرا حق نہیں تھا آپ سمجھتے ہیں میں نے آپ پہ ظلم کیا نہیں۔''

''ظلم میں نے کیا تھا سزا ابھی بھگت رہا ہوں۔'' وہ چیخ پڑا تھا وہ بے ساختہ رو دی تو سعد سر جھٹکتا ہوا فاصلے پہ چلا گیا۔

''اب کیا ہو گیا کیا چاہتی ہو مجھ سے ایک دم سے میری خطائیں کیوں بھلا دیں۔'' آخر وہ بھنا سا گیا تھا۔

''جو کچھ میرے ساتھ ہوا جو تذلیل ہوئی اس کے بعد میں آپ کو کسی گولڈ میڈل سے تو نوازنے سے رہی تھی اماں کے سلوک کی وجہ سے ڈس ہارٹ تھی مگر جب انہوں نے مجھے میری حیثیت سے تسلیم کیا تو میں نے بھی اعلیٰ ظرفی سے باقی سب کچھ بھلا کر اپنا گھر بسانے کا سوچا تھا مگر اب آپ۔''

''اوہ۔'' وہ طنزیہ ہنسا۔

''اب بھی خطا میری ہے تو مادام بتایئے میں اب کیا کروں۔'' شفا نے آنکھیں پونچھتے ہوئے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

''کچھ نہیں کریں بس آپ جائیں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''سنو۔'' دوپٹے کے کچھاؤ پہ اسے پلٹنا پڑا تو وہ اسے دیکھ کر بولا۔

''پہلے اماں خفا تھیں میں تب بھی بے چین تھا اب تم ناراض رہو گی تو سکون تو پھر بھی نہیں ملے گا چلو اگر تم نے مجھے معاف کر دیا ہے تو مجھے بھی ذرا سا دل میں جگہ بنانی چاہیے۔'' وہ سر کھجاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''کوئی ضرورت نہیں اس احسان کی۔'' وہ جھٹکے سے آنچل چھڑاتے ہوئے نروٹھے پن سے بولی۔

''اونہہ جگہ بنانے چاہیے کہاں محبت کے دعوے تو کہاں ذرا سی جگہ۔''

''اچھا تو اب تم چاہتی ہو میں محبت کا اظہار بھی کروں تو یوں ہی سہی۔'' وہ شرارت پہ مائل ہوا شفا بے تحاشا سرخ پڑ گئی۔

''زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں معاف کیا کر دیا موصوف کو تقاضے ہی بڑھنے لگے۔'' وہ جھینپ کر بڑبڑاتی نکل بھاگی۔

''ارے سن تو لو۔'' وہ پکارتا رہ گیا تھا اس نے مڑ کے نہیں دیکھا کہ جانتی تھی اب آنے والے وقت میں اس کے سوہنے سچے رب نے اس کے لئے صرف خوشیاں رکھ چھوڑی ہیں آزمائش ختم ہو گئی تھی۔

☆☆☆